﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 19 | جمعۃ المبارک 11 مئی 2012ء | شمارہ 19
19 جمادی الثانی 1433 ہجری قمری ❁ 11 ہجرت 1391 ہجری شمسی

تلاوت قرآن

حضرت عقبہؓ بن عامر جُہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اونچی آواز سے قرآن پڑھنے والا ایسا ہے جیسے لوگوں کے سامنے خیرات کرنے والا اور آہستہ آواز سے قرآن پڑھنے والا ایسا ہے جیسے چھپکے سے خیرات کرنے والا“۔

(سنن ابی داؤد کتاب التطوع باب فی رفع الصوت بالقراءۃ فی صلاۃ اللیل)

ہیز (مڈل سیکس) برطانیہ میں مسجد بیت الامن کے افتتاح کی مبارک تقریب

اس مسجد کا نام بیت الامن رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں عبادت کا حکم دیا ہے وہاں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب ایک دوسرے کے لئے امن اور پیار اور سلامتی کے جذبات ہوں اور ایک دوسرے کے لئے اعتماد کے جذبات ہوں۔

مسجد معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات بڑھانے اور تبلیغ کا بھی ذریعہ ہے۔ یہ تب ہی ہوگا کہ آپ نیکیاں کرنے والے ہوں تا کہ اچھا تعارف بڑھے اور اسلام کے خلاف پائی جانے والی غلط فہمیاں دُور ہوں۔

(مسجد بیت الامن کے افتتاح کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی احباب جماعت کو نصائح)

(مسجد بیت الامن ہیز (مڈل سیکس) کے افتتاح کی مختصر رپورٹ)

(رپورٹ مرتبہ: نسیم احمد باجوہ مبلغ سلسلہ برطانیہ)

مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور مسجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے۔ عبادت کا ایک اہم حصہ نماز باجماعت ہے۔ نماز باجماعت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”نماز باجماعت کی ضرورت کو عام طور پر مسلمان بھول گئے ہیں اور یہ ایک بڑا موجب مسلمانوں کے تفرقہ اور اختلاف کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت میں بہت سی شخصی اور قومی برکتیں رکھی تھیں مگر افسوس کہ مسلمانوں نے انہیں بھلا دیا۔ قرآن کریم نے جہاں بھی نماز کا حکم دیا نماز باجماعت کا حکم دیا ہے۔ خالی نماز پڑھنے کا کہیں بھی حکم نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت اہم اصولِ دین میں سے ہے بلکہ قرآن کریم کی آیات کو دیکھ کر کہ جب بھی نماز کا حکم بیان ہوا ہے نماز باجماعت کے الفاظ میں ہوا ہے تو صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک نماز صرف تبھی ادا ہوتی ہے کہ باجماعت ادا کی جائے سوائے اس کے کہ ناقابل علاج مجبوری ہو۔ پس جو کوئی شخص بیماری یا شہر سے باہر ہونے یا نسیان یا دوسرے مسلمان کے موجود نہ ہونے کے عذر کے سوا نماز باجماعت کو ترک کرتا ہے خواہ وہ گھر پر نماز پڑھ بھی لے تو اس کی نماز نہ ہوگی اور وہ نماز کا تارک سمجھا جائے گا۔“ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 106)

چونکہ نماز باجماعت ایک نہایت اہم فریضہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ جہاں بھی مسلمان رہنے ہوں وہ اپنی حیثیت کے مطابق جلد از جلد مسجد بنائیں ورنہ وہ ایک نہایت اہم فریضہ کی ادائیگی سے محروم رہ جائیں گے۔ اس لئے خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ خلافت احمدیہ کے زیر سایہ زیادہ سے زیادہ مساجد بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔

ایک اور بڑا مقصد مساجد کا یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا میں عام کیا جائے چنانچہ اسی مقصد کے تحت مساجد سے پانچ وقت اذان دی جاتی ہے۔ اس پہلو سے حضرت مصلح موعودؓ جماعت کو اس کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”پہلے سلطنت برطانیہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ اب جماعت احمدیہ بھی خدا کے فضل سے مشرق و مغرب کے دُور دراز علاقوں میں پھیل رہی ہے۔ اور اب اس کے متعلق بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ جماعت احمدیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا لیکن ہم یہی نہیں چاہتے کہ جماعت احمدیہ پر سورج غروب نہ ہو بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری اذان پر بھی سورج غروب نہ ہو۔ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک مسجدیں قائم ہوتی چلی جائیں اور ان سے اذان کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور دنیا کے جس حصہ پر بھی سورج طلوع ہو وہ یہی دیکھے کہ خدائے واحد کا نام بلند ہو رہا ہے.......... مَیں چاہتا ہوں کہ دنیا کے چپہ چپہ پر مسجدیں بن جائیں اور دنیا جس میں عرصہ دراز سے تثلیث کی پکار بلند ہو رہی ہے خدائے واحد کے نام سے گونجنے لگے۔“ (خطاب برموقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ 1957ء بحوالہ مشعل راہ جلد اوّل صفحہ 796)

الحمدللہ خلافت احمدیہ کے زیر سایہ جماعت احمدیہ ان عظیم الشان مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر آن آگے ہی آگے بڑھ رہی ہے۔ خدا کرے کہ ہم اس مقصد کے لئے ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں اپنے ربّ کی رضا کے حصول کے لئے کرتے چلے جائیں۔ آمین

Folder\1.jpg not found.

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ مسجد بیت الامن کی یادگاری تختی کی نقاب کشائی فرما رہے ہیں

مسجد بیت الامن (ہیز) کا افتتاح

مسجد بیت الامن ہیز کا افتتاح مورخہ 4 مارچ 2012ء بروز اتوار سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔ اس غرض کے لئے حضور انور مع حضرت بیگم صاحبہ واراکین قافلہ چار بجے شام مسجد فضل لندن سے روانہ ہوئے۔ 5 بجے حضور انور کی تشریف آوری ہیز کی مسجد بیت الامن میں ہوئی۔ تمام احباب جماعت حضور انور کے استقبال کے لئے جمع تھے۔ حضور کی تشریف آوری پر مکرم رفیق احمد حیات امیر جماعت یوکے، مکرم عطاء المجیب راشد امام مسجد فضل لندن، مکرم عبداللطیف خان ریجنل امیر مڈل سیکس ریجن، مکرم رانا مشہود احمد ریجنل مشنری، مکرم سہیل قریشی صدر جماعت ہیز اور دیگر احباب نے حضور کا استقبال کیا۔ بچوں اور بچیوں نے اھلاً وَّ سھلاً و مرحبًا یا امیرالمومنین کے ترانوں کے ساتھ اپنے پیارے امام کو خوش آمدید کہا۔

سب سے پہلے حضور انور نے مسجد کی افتتاحی یادگاری تختی کی نقاب کشائی فرمائی اور اجتماعی دعا کرائی جس میں تمام احباب نے شرکت کی۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت بیگم صاحبہ نے مسجد کے احاطہ میں یادگاری پودا لگایا۔ اس کے بعد حضور انور مسجد کے اندر تشریف لے گئے جہاں احباب جماعت کے ساتھ افتتاحی تقریب ہوئی۔

احباب جماعت کے ساتھ افتتاحی تقریب

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے افتتاحی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم نعیم الدین احمد صاحب نے کی اور مکرم خالد محمود بھٹی صاحب نے ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے رپورٹ پیش کی جس میں آپ نے بتایا کہ 1960ء میں مڈل سیکس میں چھ سات احمدی گھرانے تھے جن کی ابتدائی تنظیم قائم کی گئی۔ 1970ء میں ہیز جماعت کی علیحدہ تنظیم قائم ہوئی۔ 1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں ساؤتھ آل میں مسجد دارالسلام کی عمارت خریدی گئی جسے ساؤتھ آل، ہنسلو، گرین فورڈ اور ہیز کی جماعتیں استعمال کرتی تھیں۔ 1996ء میں ہیز کے موجودہ صدر مکرم سہیل قریشی صاحب نے اپنے گھر کا ایک کمرہ ہیز کے احباب کے لئے پیش کیا جہاں فجر اور عشاء کی نمازیں اور نماز جمعہ کا انتظام کیا گیا۔ 2004ء میں ہلنگڈن کمیونٹی سنٹر میں نماز جمعہ کے لئے جگہ حاصل کی گئی اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب جماعت کو بیت الامن کی صورت میں اپنی مسجد عطا ہو رہی ہے جس کا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ افتتاح فرما رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ عمارت قبل ازیں آئرش کمیونٹی سنٹر کے طور پر استعمال ہو رہی تھی۔ 4 دسمبر 2009ء کو جماعت نے چار لاکھ پانچ ہزار پاؤنڈ میں خریدی۔ مارچ 2010ء میں مسجد استعمال کے لئے تیار ہو گئی لیکن لوکل کونسل کی بعض پابندیوں کی وجہ سے یہ مسجد کے طور پر استعمال نہیں ہو سکتی تھی۔ جماعت نے قانونی چارہ جوئی کی بالآخر 2 فروری 2012ء کو ہوم منسٹری نے جماعت کے حق میں فیصلہ دیا جس کے بعد آج ہم بفضلہ تعالیٰ افتتاح کے قابل ہوئے ہیں۔ اس مسجد کی عمارت کی خرید کے لئے مقامی جماعت نے خود ساری ذمہ داری اٹھائی ہے اور اکثر رقم کی ادائیگی کر چکے ہیں۔ نمایاں قربانی کرنے والوں میں سے دو افراد نے تیس تیس ہزار پاؤنڈ ادا کئے ہیں اور ایک دوست نے بیس ہزار پاؤنڈ کی قربانی پیش کی تاہم سب مردوں عورتوں اور بچوں نے بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو احسن جزاء عطا فرمائے۔ آمین

الحمد للہ آج ہیز جماعت کی تعداد 321 ہے جو مسلسل بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ مسجد پر مجموعی طور پر چھ لاکھ پاؤنڈ خرچ ہوئے ہیں اور اس میں تین سو افراد کے لئے نماز ادا کرنے کی جگہ ہے۔ مسجد کے علاوہ ایک کثیر المقاصد ہال ہے۔ اسی طرح دفتر اور مبلغ کے لئے رہائشی فلیٹ اور پارکنگ کے لئے معقول جگہ بھی موجود ہے۔

حضور انور کا خطاب

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: الحمد للہ آج اس علاقہ کی جماعت کو ایک خوبصورت مسجد اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ جب سے اس مسجد کا معاملہ شروع ہوا مردوں سے زیادہ لجنہ کے دعا کے لئے خطوط آئے۔ حالانکہ نمازوں کے باجماعت ادا کرنے کی فرضیت کا حکم مردوں کے لئے ہے۔ تاہم اچھی بات ہے کہ بچیاں اور بہنیں شوق رکھتی ہیں کہ اپنی اور اپنے بچوں کی تربیت کر سکیں اور یہ چیز آئندہ نسل کی تربیت کے لئے بہت ضروری ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ باپ لاپرواہ ہو جائیں بلکہ ان کی ذمہ داری زیادہ ہے۔ مسجد بننے کے بعد اسے نمازوں کے ساتھ آباد کرنا مردوں کی ذمہ داری ہے۔ پس مسجد کا حق ادا کریں، اسے آباد کریں، خالص دل لے کر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا جذبہ لے کر داخل ہوں۔ اس مسجد کا نام بیت الامن رکھا گیا ہے اس لئے یہاں آنے والے ایک دوسرے کو بھی امن دیں اور دوسروں کو بھی امن دیں۔ ایک دوسرے کے لئے اعتماد کا ذریعہ بنیں۔ ایک دوسرے کی حفاظت کریں۔ آپس میں محبت و پیار قائم کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جہاں عبادت کا حکم دیا ہے وہاں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب ایک دوسرے کے لئے امن اور پیار اور سلامتی کے جذبات ہوں اور ایک دوسرے کے لئے اعتماد کے جذبات ہوں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ نہ صرف عبادت کرنی ہے بلکہ ایسی عبادت کرنی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہاری دعا اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک تمہارے دل کینوں سے پاک نہیں ہوں گے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک اور بات یہ ہے کہ مسجد معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات بڑھانے اور تبلیغ کا بھی ذریعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم مسجدیں بناؤ اس سے تمہارا تعارف بھی بڑھے گا لیکن یہ تب ہی ہوگا کہ آپ نیکیاں کرنے والے ہوں تاکہ اچھا تعارف بڑھے اور اسلام کے خلاف پائی جانے والی غلط فہمیاں دُور ہوں۔ اسی طرح آپ نے بیعت کا عہد کیا ہوا ہے۔ عہد بیعت کوئی معمولی عہد نہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کر کے آپ نے معاشرے کو اسلام کی طرف کھینچنا ہے۔ خدا کرے ہر شخص جو مسجد آئے وہ اس مقصد کو پورا کرنے والا ہو اور یہ مسجد سب کے لئے بابرکت ہو۔ آمین

حضور انور کے خطاب کے بعد احباب نے حضور انور کے ساتھ تصاویر بنوائیں اور اس کے بعد غیر از جماعت مہمانوں کے لئے خصوصی فنکشن ہوا۔ اس فنکشن سے قبل حضور انور سے ممبران پارلیمنٹ، میئر اور کونسلرز نے انفرادی ملاقاتیں کیں۔

(باقی آئندہ)

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،
گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر195

بوادی سعید اَعمَرصاحب (2)

گزشتہ قسط میں ہم نے مکرم بوادی سعید اَعمر صاحب کی بیعت سے قبل کی زندگی کے کچھ حالات اور ان کے ذہن میں پیدا ہونے والے بعض سوالات کا تذکرہ کیا تھا۔ اس قسط میں ان کے سفر کی داستان کا باقی حصہ بیان کیا جائے گا۔

الجزائر میں مذہب کے نام پرخون

مکرم بوادی سعید صاحب بیان کرتے ہیں:

90ء کی دہائی کے شروع میں الجزائر اپنی تاریخ کے سب سے مشکل مرحلے سے گزر رہا تھا۔ اس عرصہ میں ہزاروں معصوم اور سادہ لوح مسلمانوں کی جانوں کا خون ہوا اور ملک میں بھی بہت زیادہ توڑ پھوڑ اور فتنہ وفساد کی کارروائیاں ہوئیں۔ ان حالات کا میری طبیعت پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ میرے پاس اس دکھ کو بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں جس کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی۔ مَیں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ کسی دینی جماعت کی طرف سے نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ یہ اعلان سنا تھا کہ یہ کشت وخون انہوں نے کیا ہے۔ دین اسلام اور ان بدترین اخلاق کے مابین مجھے کوئی جوڑ نظر نہ آیا۔

یہ سلفی طرز فکر کی حامل جماعتوں کی کارروائی تھی جنہوں نے اپنے علاوہ باقی تمام مسلمانوں کے قتل کا فتویٰ جاری کیا تھا اور کہا تھا کہ چونکہ باقی تمام فرقے بدعتی اور گمراہ ہیں اور ایسی گمراہی کا قلع قمع کرنا عین اسلام ہے۔ اس لئے جس قدر مسلمانوں کا قتل وہ کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔ ایسے لگتا تھا جیسے ان کے مولویوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی ہے کہ صرف وہی فرقہ ناجیہ ہیں اور باقی سب کفار بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ یا شاید ان کے ہاتھ کوئی ایسا آلہ لگ گیا تھا جس کے ذریعہ وہ لوگوں کے ایمان اور گمراہی کا فوری فیصلہ کر لیتے تھے۔ لیکن یہ کیسا آلہ تھا جو قاتلوں اور ظالموں اور درندوں کو مسلمان اور جنتوں کا وارث قرار دے رہا تھا اور معصوموں اور بےقصوروں کو تہِ تیغ کرنے کا فتویٰ جاری کر رہا تھا؟۔

تبصرہ

متشدد سلفی طرز فکر دراصل تکفیری خیالات کو فروغ دینے والی سوچ ہے۔ یعنی ان کے طرز فکر کے خلاف ہر شخص کافر ہے اور اس کا قتل تک جائز ہے۔ اسی طرح ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ چونکہ تمام مسلمان حکمران مختلف وضعی قوانین ملک میں لاگو کرتے ہیں جو شریعت کے قانون سے استخفاف ہے لہٰذا ایسی کافر حکومت کو زبردستی طاقت کے استعمال سے ہٹانا بھی ان کے نزدیت جائز ہے۔ اسی طرح ایسی حکومت کا ساتھ دینے والے اور اس کے جملہ اداروں میں کام کرنے والے بھی کفر کے مرتکب ہوگئے ہیں۔ لہٰذا ان کا بھی قتل جائز ہے۔ یہی طرز فکر بعض ممالک میں حکومتی مشینری کو ٹارگٹ کرتے ہوئے خودکش دھماکوں کی کارروائیاں کر رہا ہے۔ ایسا کرنے والے اپنے مخصوص طرز فکر کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کفر کا خاتمہ کر رہے ہیں اور اس کے بدلہ میں جنتیں ان کی منتظر ہیں۔

سلفیوں کے بارہ میں اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کے ایک پروگرام میں الجزائر کے ہی ایک دوست نے فون پر اسی عرصہ میں ہونے والے ایک انسانیت سوز واقعہ کا ذکر یوں کیا کہ: سلفی طرز فکر کے زیر اثر آنے والے ایک نوجوان کا والد پولیس میں نوکری کرتا تھا۔ نوجوان نے اپنے والد کو اس نوکری سے روکا۔ جب اس کے والد نے اس کی بات نہ مانی تو آخر ایک دن بیٹے نے موقع پا کر اپنے والد کو قتل کر دیا کیونکہ حکومتی ادارے میں نوکری کی وجہ سے وہ کفر کا ساتھ دے رہا تھا۔

اس تبصرہ کے بعد ہم دوبارہ مکرم بوادی سعید اعمر صاحب کے سفر کی داستان کی طرف لوٹتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں:

سلفی جماعتوں کی حقیقت کھل گئی

الجزائر میں وحشیانہ کارروائیوں کے بعد میرے لئے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ دراصل یہ جماعتیں سیاسی احزاب ہیں جنہوں نے دین کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی جملہ کوششوں کا نتیجہ تباہی وبربادی کے سوا اور کچھ نہیں۔ نیز یہ بھی بات واضح ہوگئی کہ کم ازکم یہ سلفی جماعتیں حق پرنہیں ہوسکتیں کیونکہ اس طرح کی وحشیت اور جرائم کا ارتکاب کبھی اسلام کا خاصہ نہیں ہوسکتا۔ یہ باتیں سمجھنے کے بعد مجھے شدید نفسیاتی دھچکا لگا اور مَیں نے وہ دن نہایت اضطراب اور دکھ میں گزارے۔ دینی پستی کے ساتھ الجزائر کے سیاسی حالات بھی دگرگوں ہوگئے اور مجھے ایسا لگا کہ اس ملک میں علمائے دین اور اہل سیاست میں سے کسی سے بھی خیر کی امید رکھنا فضول ہے۔ لہٰذا مَیں نے ان سب سے قطع تعلق کا فیصلہ کر لیا اور عزلت کی زندگی گزارنے لگا۔ اب مَیں اپنی نماز بھی گھر میں ہی ادا کرتا تھا۔ ٹی وی پر کوئی دینی پروگرام لگا ہوتا تو مَیں اپنے اندر محض چند منٹ تک بھی اس کو دیکھنے کی سکت نہ پاتا تھا۔ بس اپنے گھر میں یہی دعا کرتا تھا کہ اے خدا مجھے ان پُرفتن حالات سے نجات عطا فرما۔

میرے اندر اس تبدیلی کو سب نے محسوس کیا۔ میرے دوست اور عزیز واقارب اس تبدیلی کا سبب پوچھنے لگے اور ان کے حلقوں میں خوب چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ کوئی کہتا کہ اسے نفسیاتی مرض نے آلیا ہے، کوئی مجھ سے پوچھتا کہ آخر تم نے مسجد میں نماز ادا کرنا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ الغرض مَیں نے متعدد سالوں پر ممتد اس عرصہ میں بھانت بھانت کی باتیں سنیں لیکن خاموشی سے دعا کرتا رہا کہ اے اللہ تو مجھے اس صورتحال سے خود رہائی عطا فرما۔

ملک چھوڑنے کا فیصلہ

90ء کی دہائی کے آخر پر میرے دل میں ملک چھوڑنے کا خیال میخ کی طرح گڑھ گیا۔ میرا مقصد مالی منفعت اور معاشی خوشحال کا حصول ہرگز نہ تھا بلکہ یہ فیصلہ میرے اندر سے اٹھنے والی ایک آواز کے تابع تھا۔ مجھے یہ بھی علم نہ تھا کہ کہاں جانا ہے تاہم میرے اندر سے یہ مطالبہ شدت پکڑتا چلا گیا۔ بالآخر مَیں نے ایک رؤیا دیکھا جس نے اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کا بہت جلد موقع فراہم کر دیا۔ مَیں نے 1999ء کے موسم گرما میں خواب میں ایک بلند وبالا عالی شان پہاڑ دیکھا جس میں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ یہ پہاڑ میرے گاؤں کے شمال میں واقع "تمجوت" نامی اس پہاڑ کے مشابہ تھا جس کے جنوبی طرف بڑے جلی حروف میں "اللہ" لکھا ہوا ہے۔ لیکن خواب میں یہ پہاڑ نہایت خوبصورت اور سحر انگیز جمالیاتی رنگ اور عظمت لئے ہوئے تھا۔ مَیں نے اس پر چڑھنا شروع کیا تو مجھے ایسا روحانی سکون اور خوشی نصیب ہوئی جس کو لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔

یہ منظر دیکھنے کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو شدید افسوس ہوا کہ یہ محض ایک خواب ہی تھا جبکہ حقیقی زندگی میں مَیں ابھی تک اسی پل پل کے عذاب کو جھیل رہا ہوں جس کا برداشت کرنا اب مشکل ہوگیا ہے۔ مَیں نے اپنی سوچ کے مطابق اس رؤیا کی تعبیر کرنی چاہی لیکن مجھے کچھ سمجھ نہ آئی، تاہم جو بات بار بار میرے دل میں آتی تھی وہ یہ تھی کہ یہ کوئی عام خواب نہیں ہے اس کی عجیب روحانی تاثیر اس وقت سے آج تک میرے دل ودماغ میں نقش ہوکر رہ گئی ہے۔

بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ اس خواب میں میرے لئے مشکل سے مشکل چوٹی کا نہایت آسانی کے ساتھ سر کرنے کا پیغام تھا۔ اور شاید یہ میری دعاؤں کے خدا تعالیٰ کے حضور قبولیت کا شرف پانے کی طرف بھی اشارہ تھا کیونکہ مَیں اس عزلت میں صرف یہی دعا کرتا تھا کہ اے اللہ! مجھے اس زمانے کے فتنے اور شر سے بچا اور اپنی جناب سے خیر عطا فرما۔

بہرحال اس خواب کا ایک حصہ اس وقت پورا ہوا جب مَیں نے یورپ کے ویزا کے لئے درخواست دی۔ اس وقت مخدوش ملکی حالات کے پیش نظر یورپ کے ویزا کا حصول جوئے شیر لانے کے برابر تھا۔ لیکن مَیں نے درخواست دی تو بغیر کسی مشکل کے مجھے ویزا مل گیا۔ جبکہ اس خواب کا دوسرا حصہ اس وقت پورا ہوا جب میرا جماعت احمدیہ سے تعارف ہوا۔

جماعت احمدیہ سے تعارف

ویزا کے حصول کے بعد مَیں نے سپین کا سفر اختیار کیا جہاں مَیں نے نئی زندگی شروع کی۔ 2007ء میں میرا تعارف ایک دوست کے ساتھ ہوا جس سے اکثر میری ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ 2008ء کے ماہ رمضان میں میرے اس دوست نے مجھے افطار پر بلایا۔ روزہ کھلنے میں ابھی کچھ وقت تھا جس میں ہم ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ مَیں دینی پروگراموں سے بیزار ہونے کی وجہ سے کسی پروگرام میں دلچسپی نہ لے رہا تھا کہ اچانک میرے دوست نے مجھ سے عجیب سوال کر دیا۔ اس نے پوچھا کہ کیا تم قادیانی جماعت کو جانتے ہو؟ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں نے تو یہ نام ہی پہلی دفعہ سنا ہے۔ پھر اس نے خود ہی مجھے بتانا شروع کیا کہ یہ ایک گمراہ اور بدعتی عقائد کی حامل جماعت ہے جو یقین رکھتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی جاری ہے اور پھر لاتعداد ایسے الزامات کا ذکر کیا جس سے یہی ثابت ہوتا تھا کہ یہ جماعت بدعتی، کافر اور گمراہ لوگوں کی جماعت ہے۔

اس تمہید کے بعد اس نے ایم ٹی اے العربیہ لگا دیا اور کہا کہ یہ اس گمراہ جماعت کا چینل ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں یہی لمحہ میری زندگی کی تبدیلی کا لمحہ تھا۔ اس وقت ایم ٹی اے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر تھی اور ساتھ آپ کا ایک قصیدہ چل رہا تھا۔ اس قصیدے اور اس تصویر میں نہ جانے کیا تھا کہ ان دونوں چیزوں نے مجھ پر مقناطیسی اثر کیا اور مَیں قلب ونظر سے اس چینل کی طرف کھنچتا چلا گیا۔ گو کہ مَیں نے 90ء کی دہائی سے ہی ٹی وی چینلز اور ان پر خصوصًا دینی پروگرامز اور مولویوں کی گفتگو سننا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اس دفعہ یہ پروگرام اور یہ چینل اور اس کی تاثیر بالکل الگ تھی۔ میرے استغراق کو دیکھ کر میرے دوست نے چینل بدلنا چاہا تو مَیں نے بے ساختہ کہا کہ: نہیں، یہیں رہنے دیں۔ اس نے کہا لگتا ہے کہ ان کے بدعتی خیالات تمہیں پسند آگئے ہیں۔ اس وقت قصیدہ کے بعد مکرم محمد شریف صاحب دجال کے بارہ میں وضاحت کر رہے تھے۔ یہ چند منٹ کی تفسیر سنتے ہی میرے اندر جیسے مختلف مضامین کی شمعیں روشن ہوگئیں۔

اس کے بعد مَیں نے گھر میں انٹرنیٹ کے ذریعہ ایم ٹی اے العربیہ کی نشریات سے استفادہ شروع کر دیا۔ گھنٹوں بیٹھے مَیں اسی چینل کو ہی دیکھتا اور کبھی تھکتا نہیں تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ مَیں ہر روز کوئی نئی بات ہی سنتا تھا لیکن یہ نہایت آسان، قابل فہم اور دلیل وبرہان پر مشتمل حقیقی اسلامی مفاہیم تھے جنہیں قلب وعقل نے بصد شوق قبول کیا۔

بیعت اور دوست کو نصیحت

مجھے تو اس چینل نے روحانی طور پر نئی زندگی عطا کر دی اور میرے دل کی ویران دنیا میں راحت واطمینان اور سکینت کے دیئے روشن کر دیئے۔ چھ ماہ تک یہ پروگرام دیکھنے کے بعد مَیں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جماعت کے خلاف پروپیگنڈا اس کے قاطع دلائل کے سامنے بے بسی کا نتیجہ ہے۔ بہرحال چھ ماہ کے بعد 2009ء کے شروع میں مَیں نے بیعت کر لی۔

میرے دوست نے جماعت احمدیہ میں میری دلچسپی دیکھ کر مجھ سے قطع تعلق کر لیا۔ مَیں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ پہلے جماعت کے بارہ میں تحقیق تو کر لو، ان کی بات تو سن لو پھر دعا کرو اور استخارہ کرو پھر اس کے خلاف فتویٰ دینا لیکن وہ اس طرف نہ آیا۔

بیعت کے بعد تبدیلی

مَیں بہت خوش ہوں کیونکہ میری زندگی بالکل ہی بدل گئی۔ شکوک وشبہات کی جگہ چین، سکون اور راحت قلبی نے لے لی۔ روحانیت کی اعلیٰ لذات سے آشنائی ہوئی۔ میری اخلاقی اور دینی حالت میں غیر معمولی تبدیلی آگئی جسے میرے افراد خانہ اور دوستوں نے بھی واضح طور پر محسوس کیا۔ بفضلہ تعالیٰ اب مَیں پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ تہجد کا بھی التزام کرتا ہوں اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق نفلی روزے بھی رکھتا ہوں۔ قبل ازیں میری نماز صرف فرض کی ادائیگی تک ہی محدود تھی اب یہ ادائیگی خدا تعالیٰ کی محبت اور شوق کے جذبوں سے آراستہ ہوگئی ہے۔

مَیں نے زندگی میں بے شمار دینی کتب پڑھیں، لیکچر سنے، دینی پروگرام اور مجالس میں حاضر ہونے کا موقع ملا لیکن دینی اور روحانی طور پر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس کے بالمقابل محض چند منٹ کے لئے ایم ٹی اے العربیہ دیکھنے سے میری زندگی بدل گئی۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس نعمت کی طرف ہدایت دی اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

(باقی آئندہ)

متی کی انجیل پر ایک نظر

(سید میر محمود احمد ناصر۔ ربوہ)

قسط نمبر4

متی باب 2

متی کے باب 2 میں حضرت مسیح کی پیدائش کے موقع پر پورب سے مجوسیوں کے آنے کا ذکر ہے، لکھا ہے:۔

''جب یسوع ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ میں یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا تو دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔ یہ سن کر ہیرودیس بادشاہ اور اس کے ساتھ یروشلم کے سب لوگ گھبرا گئے اور اس نے قوم کے سب سردار کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ مسیح کی پیدائش کہاں ہونی چاہیے؟ انہوں نے اس سے کہا یہودیہ کے بیت لحم میں ...... اس پر ہیرودیس نے مجوسیوں کو چپکے سے بلا کر ان سے تحقیق کی کہ وہ ستارہ کس وقت دکھائی دیا تھا۔ اور یہ کہہ کر انہیں بیت لحم کو بھیجا کہ جا کر اس بچے کی بابت ٹھیک ٹھیک دریافت کرو اور جب وہ ملے تو مجھے خبر دو تاکہ میں بھی آ کر اُسے سجدہ کروں۔ وہ بادشاہ کی بات سن کر روانہ ہوئے اور دیکھو جو ستارہ انہوں نے پورب میں دیکھا تھا وہ ان کے آگے آگے چلا یہاں تک کہ اس جگہ کے اوپر جا کر ٹھہر گیا جہاں وہ بچہ تھا۔ وہ ستارے کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور اس گھر میں پہنچ کر بچے کو اس کی ماں مریم کے پاس دیکھا اور اس کے آگے گر کر سجدہ کیا اور اپنے ڈبّے کھول کر سونا اور لبان اور مُر اس کو نذر کیا اور ہیرودیس کے پاس پھر نہ جانے کی ہدایت خواب میں پا کر دوسری راہ سے اپنے ملک کو روانہ ہوئے۔'' (متی باب 2 آیت 1 تا13)

✿...... پہلی بات جو ہم اس بارہ میں عرض کرنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ **مجوسیوں کے مشرق سے آنے کا واقعہ** اور پھر ان کی وجہ سے بادشاہ ہیرودیس اور سارے یروشلم کا گھبرا جانا اور پھر مجوسیوں کا ستارے کی رہنمائی میں 6، 7 میل کا سفر کر کے بیت لحم میں حضرت مریم اور ان کے نومولود کی زیارت کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں مگر یہ واقعہ **صرف متی میں ہے باقی تین اناجیل میں نہیں ہے** حالانکہ بہت سی اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں اناجیل میں اشتراک پایا جاتا ہے اور یہ بات متی کے بیانات کو حددرجہ کمزور کر دیتی ہے۔

لوقا کی انجیل میں نہ صرف یہ واقعہ بیان نہیں ہوا بلکہ ایک بالکل مختلف نوعیت کا واقعہ یسوع کی پیدائش کے موقعہ پر بیان کیا گیا ہے۔ متی اور لوقا کے بیان کردہ واقعات میں صرف یہ اشتراک ہے کہ دونوں واقعات یسوع کی پیدائش کی عظمت کا اظہار کرنے کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔ نفس مضمون میں دونوں میں کوئی اشتراک نہیں۔

لوقا میں لکھا ہے:

اُسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے اور خداوند کا فرشتہ ان کے پاس آ کھڑا ہوا اور خداوند کا جلال ان کے چوگرد چمکا اور وہ نہایت ڈر گئے مگر فرشتہ نے ان سے کہا ڈرو مت کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لیے ایک منجی پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خداوند اور اس کا تمہارے لیے یہ نشان ہے کہ تم ایک بچہ کو کپڑے میں لپٹا اور چرنی میں پڑا ہوا پاؤ گے۔ اور یکا یک اس فرشتہ کے ساتھ آسمانی لشکر کی ایک گروہ، خدا کی حمد کرتی اور یہ کہتی ظاہر ہوئی کہ عالم بالا پر خدا کی تمجید ہو۔ اور زمین پر ان آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے۔ صلح۔ جب فرشتے ان کے پاس سے آسمان پر چلے گئے تو ایسا ہوا کہ چرواہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ بیت لحم تک چلیں اور یہ بات جو ہوئی ہے اور جس کی خداوند نے ہم کو خبر دی ہے دیکھیں۔ پس انہوں نے جلدی سے جا کر مریم اور یوسف کو دیکھا اور اس بچہ کو چرنی میں پڑا پایا اور انہیں دیکھ کر وہ بات جو اس لڑکے کے حق میں ان سے کہی گئی مشہور کی اور سب سننے والوں نے ان باتوں پر جو چرواہوں نے ان سے کہیں تعجب کیا۔ مگر مریم ان سب باتوں کو اپنے دل میں رکھ کر غور کرتی رہی اور چرواہے جیسا ان سے کہا گیا تھا ویسا ہی سب کچھ سن کر اور دیکھ کر خدا کی تمجید اور حمد کرتے ہوئے لوٹ گئے۔'' (لوقا باب 2 آیت 8 تا20)

✿...... کیا یہ تعجب انگیز بات نہیں کہ **یسوع کی پیدائش کے موقعہ پر ہونے والے ان دو غیر معمولی عظمت رکھنے والے واقعات میں سے ایک متی میں بیان ہے مگر لوقا یا باقی اناجیل میں اس کی طرف اشارہ بھی نہیں اور دوسرا واقعہ جو نہایت غیر معمولی ہے اور آسمان سے فرشتوں کے لشکر کے اترنے کے بیان پر مشتمل ہے صرف لوقا میں بیان ہے اور متی اور دوسری اناجیل میں بیان نہیں۔**

✿...... متی میں جو واقعہ بیان ہے اس کو دوبارہ پڑھ کر آپ کو کچھ مزید باتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک بات تو یہ ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ مجوسیوں نے کہا:

''یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔''

✿...... **یہ بات مدنظر رہے کہ اس میں جو سجدہ کرنے کا ذکر ہے اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ وہ یسوع کو الوہیت کا درجہ دے رہے ہیں۔** عیسائی پادری ڈم میلو صاحب بھی اپنی تفسیر میں مانتے ہیں کہ پہلے یہ سجدہ بادشاہوں کو کیا جاتا تھا وہ لکھتے ہیں کہ یہ سجدہ The customary of doing homage to Monarch تھا۔

✿...... **ایک اور بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ انجیل نویس اپنے شوق میں حضرت مسیح کے بارہ میں ایسی باتیں بیان کرنے کے شائق ہیں جو دراصل کسی اور کے ساتھ پیش آتی ہیں خصوصاً جبکہ وہ شخص صاحب عظمت و حکومت ہو۔** ممکن ہے متی کے انجیل نویس نے مجوسیوں کے پورب سے آنے اور یشوع کو سجدہ کرنے اور تمغے پیش کرنے کے واقعہ کو رومن تاریخ کے ایک اور واقعہ سے اخذ کیا ہو۔ اس سلسلہ میں انٹرپریٹرز بائبل کا یہ حوالہ پڑھنے کے قابل ہے:۔

The adoration of the magic, like the other narratives in this chapter, has no parallel in any other first-century Christian writing. There is no way to ascertain whether it has been embellished or indeed it happened at all as a matter of literal fact. The value and importance of the narrative do not depend on its accuracy, the story is rather to be thought of as a work of art which the evangelist present to Christ child as his offering. Christians who hear it read during the Christians or Epiphamy season instiretively recognize its value regardless of the questions of fact

حیرت ہے کہ اس قسم کے اقرار کے بعد پھر اس کتاب کو خدا کا کلام بھی کہا جاتا ہے۔ اسی تسلسل میں The Interpreatears Bible میں لکھا ہے:۔

An embassy of Parthian magi paid homage to Nero at Naples in A.D 66 and returned home by another rout.

پڑھنے والے کو خیال ہوسکتا ہے کہ متی کے انجیل نویس نے رومن بادشاہ نیرو کو مدنظر رکھ کر یشوع کے لئے اس قسم کا واقعہ لکھنے کی طرف توجہ کی ہو کیونکہ یہ واقعہ نہ کسی اور انجیل میں ہے نہ ابتدائی دور کی مسیحی تحریرات میں ملتا ہے۔ اور جیسا کہ مغربی علماء بائبل قرار دیتے ہیں کہ متی کی انجیل نہ خدا کا کلام ہے نہ ہی متی حواری کی تصنیف ہے۔ اور نیرو والا واقعہ بھی اس قسم کا واحد واقعہ نہیں۔ اس بارہ میں Peaks Commentary on the Bible by Matthew Black میں اس موقعہ پر لکھا ہے:۔

Many parallels have been suggested: the coming of parithian magi to Nero in A.D 66 and the stars which accompanied the birth of important man. Suetonius report on the oracle about the birth of Augustus which led the senate to the decision that no one born should be allowed to live.

✿...... ایک اور بہت اہم بات جو اس زیر بحث عبارت میں توجہ کے لائق ہے یہ ہے کہ مجوسیوں کے بارہ میں لکھا ہے کہ:

''وہ بادشاہ کی بات سُن کر روانہ ہوئے اور دیکھو جو **ستارہ انہوں نے پورب میں دیکھا تھا وہ ان کے آگے آگے چلا یہاں تک کہ اس جگہ کے اوپر جا کر ٹھہر گیا** جہاں وہ بچہ تھا۔'' (متی باب 2 آیت9)

ہمیں تعجب ہے کہ جن لوگوں کی کتاب مقدس میں یہ بات لکھی ہے پھر بھی وہ شق قمر کے کشفی نظارہ پر اعتراض کرتے ہیں، اور تمسخر کرتے ہیں اور اس کو قانون قدرت کے خلاف قرار دیتے ہیں جبکہ **ایک ستارہ کا اپنی جگہ سے 6، 7 میل چل کر ایک معین جگہ پر ٹھہر جانا نظام کائنات کو ہلا کر رکھ دینے والا Phenomena** ہے۔

✿...... **اس باب (متی باب 2) میں یوسف کے حضرت مریم اور نومولود یشوع کو لے کر مصر جانے کا ذکر ہے جبکہ لوقا کی انجیل میں اس کی طرف کوئی بھی اشارہ نہیں۔** اس بارہ میں ہم تفصیل سے اس مضمون میں بیان کر چکے ہیں کہ دونوں انجیل نویس دو مزعومہ پیشگوئیاں یشوع پر چسپاں کرنا چاہتے ہیں۔ ایک پیشگوئی کہتی ہے کہ مسیح بیت لحم سے آئے گا دوسری پیشگوئی کہتی ہے کہ وہ ناصری کہلائے گا۔

لوقا نے ان پیشگوئیوں کو اس طرح یشوع پر چسپاں کیا ہے کہ یہ خاندان ناصرہ کا رہنے والا تھا مگر شہنشاہ کے حکم سے مردم شماری میں شامل ہونے کیلئے یوسف کو بیت لحم جانا پڑا اور وہاں یشوع کی پیدائش ہوگئی لہٰذا بیت لحم والی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ لیکن چونکہ یہ لوگ اصل میں رہنے والے ناصرہ کے تھے اس لئے ناصرہ واپس چلے گئے اور ناصری کہلانے والی پیشگوئی پوری ہوگئی دوسری طرف متی کے انجیل نویس کے نزدیک اصل وطن بیت لحم ہی تھا وہاں پیدائش ہوئی اور پیشگوئی پوری ہوگئی مگر ہیرودیس بادشاہ کے حکم کے ڈر سے کہ دو سال تک کے بچے قتل کر دیئے جائیں، بھاگ کر مصر چلے گئے وہاں (دو سال) رہے جب ہیرودیس مر گیا تو خواب میں ہدایت پا کر واپس آئے مگر بیت لحم کے صوبہ میں سخت گیر حاکم ارخلاؤس کی حکومت تھی اس لئے وہاں جانے سے ڈرے اور گلیل میں ناصرہ نام شہر میں جا بسے اور ناصری کہلانے کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔

(متی باب 2 آیت23)

یہاں متی کے انجیل نویس نے مسیح کے ناصری کہلانے کی پیشگوئی یشوع پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے مگر ایسی کوئی پیشگوئی، جیسا کہ متی کا انجیل نویس لکھتا ہے:۔

''اور ناصرہ نام ایک شہر میں جا بسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا۔''

ہرگز نبیوں کی کتابوں میں موجود نہیں، نہ ہی پرانے عہد نامہ کے کسی دوسرے حصہ میں ہے اور نہ ہی یہ وحی ہے۔

✿...... **متی کے باب 2 میں انجیل نویس نے ایک اور پیشگوئی یسوع پر چسپاں کرنے کی کوشش کی اور لکھا ہے:** ''پس وہ (یوسف) اٹھا اور رات کے وقت بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو روانہ ہوگیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا تاکہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ مصر میں سے میں نے اپنے بیٹے کو بلایا۔''

(متی باب 2 آیت 14، 15)

گویا یوسف اور حضرت مریم کے ساتھ یشوع کی مصر سے واپسی پر وہ ایک نبی کی یہ پیشگوئی چسپاں کرنا چاہتے ہیں کہ مصر سے میں نے اپنے بیٹے کو بلایا۔

مگر حقیقت کیا ہے؟ یہ فقرہ ہوسیع باب گیارہ آیت

باقی صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

THOMPSON & CO SOLICITORS

New Office in Morden

Consult us for your legal requirements

such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.

Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panal) & David Wilson.

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005

Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040

Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697

Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

خطبہ جمعہ

مشکلات و مصائب اور ابتلاؤں کے دوران صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صبر و استقامت اور ثباتِ قدم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مستحکم اور غیر متزلزل ایمان اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و حفاظت اور تائیدات غیبی کے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 20/اپریل 2012ء بمطابق 20/شہادت 1391 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

آج بھی میں صحابہ کے کچھ واقعات پیش کروں گا۔ جن میں سے سب سے پہلے تو وہ واقعات ہیں جن میں اُن کی ثابت قدمی کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت میاں عبداللہ خان صاحبؓ جنہوں نے بیعت تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کر لی تھی لیکن آپ کو دیکھا نہیں تھا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس سال تحصیل ظفروال طاعون پڑی ہے، اُس سال میں پلیگ کلرک مقرر ہو کر سیالکوٹ سے ظفروال گیا۔ صبح کے وقت چوہدری محمد حسین صاحب ساکن تلونڈی عنایت خان نے مجھے کہا کہ کیا تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مانتے ہو۔ میں نے سائنس کے لحاظ سے کہا کہ نہیں۔ میرے دل میں کوئی تعصب کسی قسم کا نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ مسیح آنے والا مَیں ہوں اور مسیح بنی اسرائیل فوت ہو گیا ہے۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں حضور کو نبی تسلیم کر کے بیعت کا خط اُسی وقت لکھ دیا۔ پھر مَیں ملازمت کے سلسلے میں کراچی اور پھر افریقہ چلا گیا۔ میرے والد غیر احمدی تھے۔ وہ بیعت کے وقت بالکل مخالف نہیں تھے لیکن علاقے کے وہابیوں میں سرکردہ آدمی تھے۔ لوگوں نے اُنہیں اکسایا کہ آپ کا لڑکا مرزائی ہو گیا ہے۔ 1911ء میں آپ نے مجھے افریقہ میں خط لکھ دیا کہ حضرت صاحب کو میرے الفاظ میں کہو (یعنی جو کچھ انہوں نے لکھوایا تھا) اگر نہیں کہو گے تو میں تم کو اپنی جائیداد سے عاق کر دوں گا۔ کہتے ہیں اُس وقت مَیں کینیا میں سلطان حمود سٹیشن پر سٹیشن ماسٹر تھا۔ مَیں نے آٹھ دس دن خط اپنے پاس رکھا۔ ایک رات کو اپنی بیوی سے عشاء کی نماز کے وقت اس کا ذکر کیا۔ بیوی بالکل اَن پڑھ تھی۔ اُس نے کہا کہ جب یہ لوگ حضرت صاحب کو مہدی ماننے کے لئے تیار نہیں تو ہم کو برا کہنے کے لئے کیوں کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمارا انتظام پہلے ہی کر دیا ہے (یعنی روزی کا بندوبست کر دیا ہے) اس لحاظ سے بھی ہمیں کوئی فکر نہیں۔ آپ لکھ دیں کہ ہم ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ آپ بیشک ہمیں جائیداد سے عاق کر دیں۔ کہتے ہیں مَیں نے ایسا ہی لکھ دیا۔ میرے والد صاحب نے جواب دیا کہ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو۔ تم ہی میرے وارث ہو۔ میں نے لوگوں کے اکسانے سے ایسا لکھ دیا تھا۔ میں نے دوبارہ بھی لکھا مگر اُن کا یہی جواب آیا۔ میں جب رخصت پر آیا تو کوئی نو بجے کا وقت تھا۔ میں اور بھائی محمد حسین صاحب اور بھائی محمد عالم صاحب مرحوم والد صاحب کے ساتھ تبادلہ خیالات کر رہے تھے اور بحث گرما گرم تھی۔ میرے والد صاحب نے کہا کہ میں مرزا صاحب کو اُس وقت سے جانتا ہوں جب آپ سیالکوٹ میں ملازم تھے۔ میں آپ کو ملا کرتا تھا۔ آپ بہت نیک آدمی تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میرے روبرو ایک مسلمان زمیندار سیالکوٹ کے مشرق کی طرف سے کسی گاؤں کا رہنے والا آپ کے پاس آیا اور مرزا صاحب کو کہنے لگا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ مرزا جی! میں خیال کرتا ہوں کہ آپ وہ مہدی معلوم ہوتے ہیں جو آنے والا ہے۔ اُس وقت مرزا صاحب کی عمر بیس بائیس سال کی تھی اور میری عمر بھی قریباً اتنی ہی تھی۔ کہتے ہیں جب میرے والد صاحب کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو میں نے اپنے والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ کے روبرو اس زمیندار کی زبان سے حضرت صاحب کی نسبت ایسے الفاظ نکلنے، یہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حجت قائم کی ہے۔ مگر والد صاحب فرمانے لگے کہ خواہ مرزا صاحب سچے ہوں۔ میں نہیں مانوں گا۔ اس پر ہم لوگوں نے استغفار پڑھا اور اُٹھ کر چلے گئے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ۔غیر مطبوعہ۔جلد 9 صفحہ 66-65)

پھر ایک روایت ہے حضرت شیخ عبدالرشید صاحب بیان فرماتے ہیں کہ مولوی محمد علی بوپڑی بٹالہ آیا ہوا تھا اور ہمارے مکان میں ہی اُس کی رہائش تھی اور میرے والدین نے مجھے گھر سے نکالا ہوا تھا۔ ایک دن مہر رلدو جو میرے والد کا دوست تھا، مجھے ملا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ مولوی محمد علی سے بات کرتے ہیں تاکہ ہمیں بھی سمجھ آ جائے کہ آپ کیا کہتے ہیں اور وہ کیا کہتے ہیں؟۔ (یعنی مولوی محمد علی جو غیر احمدی تھا اُس کا اور ان کا مقابلہ کرانے لگا۔) چنانچہ ان دنوں میں مجھے بہت جوش تھا۔ میں فوراً اُس کے ساتھ مولوی محمد علی کے پاس چلا گیا اور جب اُن کے سامنے ہوا تو مولوی صاحب کہنے لگے۔ مہر رلدو! اس کافر کو میرے سامنے کیوں لائے ہو؟ مہر رلدو کو یہ بات ناگوار گزری اور مجھے بھی مگر میں چاہتا تھا کہ اس پر اتمامِ حجت کر دوں اور مہر رلدو نے بھی میری بات کی تائید کی کہ مولوی صاحب اس بچے کو نہیں سمجھا سکتے تو کسی اور مرزائی کو کیا سمجھائیں گے۔ (اگر یہ بچہ ہی نہیں آپ سے سمجھ سکتا تو اور کون سمجھے گا۔) چنانچہ اس بات کے کہنے سے اُس نے کَیْفَ أَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيْكُمْ والی حدیث پڑھنی شروع کر دی اور خود ہی واعظانہ طور پر اس کی تشریح شروع کر دی۔ جب وہ بہت سا وقت لے چکا تو میں نے کہا کہ میری بات بھی سن لو کہ اس حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے کہ یہ تاویل طلب ہے اور پھر میں نے اس پر جرح کرنی شروع کر دی۔ میری جرح سے وہ تنگ پڑا۔ (جو حدیث ہے وہ بخاری کی حدیث بھی ہے، مسلم میں بھی ہے، مسند احمد میں بھی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کَيْفَ أَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ اور بعض روایات میں فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ ہے۔ یعنی تمہاری کیسی نازک حالت ہو گی جب ابن مریم یعنی مثیل مسیح مبعوث ہو گا جو تمہارا امام اور تم میں سے ہو گا۔ اور جیسا کہ میں نے کہا دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے تمہاری امامت کے فرائض انجام دے گا۔ اسی حدیث کو اُس مولوی نے پیش کیا لیکن میں نے اُس سے کہا کہ تم تشریح غلط کر رہے ہو) اور میں نے آیات مَاالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ، اور پھر اس کے بعد وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیات پیش کیں اور پھر فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُالصَّالِحِ والی حدیث پڑھی۔ (یہ بھی ایک لمبی حدیث ہے) اور اس کی تفسیر ذرا وضاحت سے بیان کی تو وہ بہت پریشان ہوا اور غیظ و غضب میں بھر گیا اور مہر رلدو کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ اس نے سیدھا نہیں ہونا۔ یہ مرزائی بڑے سخت اور بے ادب ہوتے ہیں اور میں کوئی بات اور بیان نہیں کروں گا۔ چنانچہ مہر رلدو بھی بہت شرمندہ سا ہوا اور اُس کے چہرہ سے شرمندگی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ کیونکہ اس مولوی سے کوئی معقول جواب اور مجھے پوری تبلیغ نہ پہنچی۔ خیر ہم اُٹھ کر چلے آئے اور میرے والد صاحب کے سامنے مہر رلدو نے بیان کیا کہ مولوی محمد علی، عبدالرشید کو پورے طور پر سمجھا نہیں سکا اور مولوی صاحب غصے میں بھر گئے تھے۔ بچہ ہے۔ سمجھ جائے گا۔ (لیکن ان کا تو آج تک یہی حال ہے کہ مولویوں کے پاس جو علم ہے اس سے تو ہمارے جو بچے اللہ کے فضل سے علم رکھتے ہیں، اُن کا علم بھی ان مولویوں کے علم سے زیادہ ہے۔ اور ان بچوں کا بھی منہ بند نہیں کر سکتے۔ لیکن ڈھٹائی کا تو کوئی علاج نہیں ہے۔) (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ۔غیر مطبوعہ۔جلد 12 صفحہ 33-32)

ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا۔ مکرم ثاقب زیروی صاحب نے لکھا ہے۔ چند دہائیاں پہلے عطاء اللہ شاہ بخاری ایک مولوی ہوتے تھے۔ وہ ایک جگہ تقریر کر رہے تھے، کہتے ہیں کہ مجھے بھی کان میں آواز پڑ گئی کیونکہ اتفاق سے میں اُس علاقے میں تھا۔ اور مولوی صاحب فرمانے لگے۔ یہ عطاء اللہ شاہ بخاری بڑے عالم تھے، کہ اگر خدا تعالیٰ بھی مجھے آ کر کہے کہ مرزا صاحب سچے ہیں تب بھی میں نہیں مانوں گا۔ تو یہ تو ان کے ایمان کی حالت ہے۔

پھر ایک روایت ہے۔علی محمد صاحب حضرت مولانا ابوالحسن صاحب کے حالات اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ’’آپ بڑے پائے کے عالم تھے۔حضرت اقدس کا نام اور پیغام تمام ڈیرہ غازی خان کے ضلع میں آپ کے ذریعے پہنچا۔مخالفوں نے آپ کو بہت تکالیف دیں مگر آپ نہایت ثابت قدم رہے‘‘۔(ماخوذ ازرجسٹر روایات صحابہؓ۔غیر مطبوعہ۔جلد 12 صفحہ 126) اور مخالفت کی کبھی کوئی پرواہ نہیں کی۔ ہمیشہ تبلیغ کرتے رہے اور تکلیفیں اُٹھاتے رہے۔

حضرت حافظ غلام رسول صاحبؓ وزیر آبادی فرماتے ہیں کہ ’’ایک دفعہ میں بہت گھبرایا ہوا مخالفت کا ستایا ہوا قادیان پہنچا تو حضور نے فرمایا حافظ صاحب! آپ کیوں گھبرائے ہوئے ہیں؟ اُس وقت حضور کے لہجہ کلام سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ حضور کچھ میری مالی مدد کرنا چاہتے ہیں۔مگر میں اس خیال پر نہیں آیا تھا، (یعنی کہ میں اس مقصد کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا،) مقصد تو یہ تھا کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔دل مطمئن ہو جائے اور مخالفوں کی مخالفت سے دل نہ گھبرائے۔ (کیونکہ نبی کی صحبت سے بہر حال انسان ایک قوت پاتا ہے۔اُس کی قوت قدسی سے اللہ تعالیٰ اس وقت سے قوت عطا فرماتا ہے۔بہر حال کہتے ہیں میں تو اپنے دل کو مضبوط کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر ہوا تھا۔) کہتے ہیں اور نہ مامورین کے پاس اس لئے جانا چاہئے کہ اُن سے مال لیا جائے بلکہ حسب توفیق اُن کی خدمت میں کچھ نہ کچھ بطور ہدیہ پیش کیا جائے۔حضور نے میرے لئے بہت دعا فرمائی اور بڑے تسلی بخش نصائح سے مطمئن کیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے دل میں حضور کی نسبت ایک منٹ بھی شک وشبہ صداقت کے متعلق پیدا نہیں ہوا۔‘‘ (ماخوذ ازرجسٹر روایات صحابہؓ۔غیر مطبوعہ۔جلد 12 صفحہ 167-166)

حضرت بابو عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ میری انکساری اور غریب مزاجی کی وجہ سے میرے سب رشتہ دار اور دوست اور محلے والے اور شہر والے میرے سے خوش تھے اور تعریف کیا کرتے تھے مگر اب ایک دَم بیعت کی خبر سن کر سب رشتے دار (علاوہ جدّی رشتہ داروں کے، کیونکہ جدی رشتہ دار بفضلِ خدا سب میرے ساتھ بیعت میں شامل تھے،) اور دوست اور محلّہ دار اور رشتے دار درہم برہم ہو گئے اور دشمن ہو گئے۔ (اور یہی انبیاء کی جماعتوں سے سلوک ہوتا ہے۔ جب نبیوں کے ساتھ سلوک ہوتا ہے تو اُن کے ماننے والوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا ہے۔سارے دشمن ہو جاتے ہیں۔ وہی لوگ جو تعریفیں کیا کرتے ہیں بلکہ اس بات کے قائل ہوتے ہیں کہ یہ نیک ہے، بڑا نیک ہے وہی دشمن ہوتے ہیں۔مَیں پہلے بھی ایک دفعہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کے بارے میں سنا چکا ہوں۔ایک دفعہ میں فیصل آباد کے ایک گاؤں میں گیا تو وہاں غیر احمدی بیٹھے تھے۔اُن کی بڑی تعریف کرنے لگے کہ ایسا نیک اور پارسا اور تقویٰ شعار اور صحیح کیس لینے والا اور سچ بولنے والا وکیل ہم نے نہیں دیکھا۔لیکن ایک نقص اُس میں ہے کہ وہ قادیانی ہے۔تو یہی پھر انہیں سب سے بڑا نقص نظر آتا ہے۔ بہر حال یہ کہتے ہیں سب میرے دشمن ہو گئے) اور طرح طرح کی تکلیف اور ایذادہی کے درپے ہوئے۔کبھی پنچائت کرتے اور حقہ پانی بند کرتے اور کبھی مولویوں کو بلا بلا کر ہمارے خلاف وعظ کراتے اور رشتہ داروں اور دوستوں اور پبلک کو ہمارے خلاف برانگیختہ کرتے۔ایک دوکاندار شیر فروش ہمارے ساتھ تھا۔(یعنی دودھ بیچنے والا۔) اُس سے دودھ لینا بند کرا دیا۔مزدوروں سے مزدوری کرانی بند کرا دی اور ناطہ رشتہ بند کر دیئے اور لوگوں کو نصیحت کرتے کہ اگر کوئی احمدی کے مکان کے نیچے سے گزرے گا تو کافر ہو جائے گا۔قدرت خدا کی، (اللہ تعالیٰ بھی کس طرح بدلے لیتا ہے۔کہتے ہیں) جو مولوی نصیحت کرتے تھے، وہی میرے گھر پہ آ کر کھانا کھا لیا کرتے تھے۔(یعنی عمل کچھ اَور اور نصائح کچھ اَور۔جب مولوی کا یہ عمل دیکھا تو لوگ ان باتوں کو دیکھ کر بہت پشیمان ہوئے۔پھر کہتے ہیں کہ) بیعت کرنے کے بعد ہم نے نماز باجماعت چونکہ غیر احمدی امام کے پیچھے پڑھنی ترک کر دی تھی، یا تو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لیتے یا اپنے میں سے کسی کو امام بنا لیتے۔اس پر محلے والے تنازعہ اور جھگڑے کرنے لگے۔ہم نے رفعِ شر کے لئے نماز باجماعت مسجد میں اپنے امام کے پیچھے بھی پڑھنی ترک کر دی۔ بلکہ اپنے مکان پر نماز باجماعت پڑھ لیتے۔کہتے ہیں جو میں نے کرائے پر لیا ہوا تھا۔یہ مکان بھی (اس بات پر کہ ہم نمازیں پڑھتے ہیں) مالک مکان نے خالی کرا لیا۔پھر جب میں نے کرائے پر دوسرا مکان لے لیا اور نماز باجماعت وہاں پڑھنی شروع کر دی تو اس عرصہ میں کہتے ہیں کہ ہم نے تعمیر مسجد کے لئے ایک شخص مسمّٰی رمضان سے جو احمدی تھا، تین دوکانات مع کچھ زمین کے خرید لیں اور اس دوران میں ڈاکٹر بشارت صاحب جو ایک احمدی تھے، وہ بھی وہاں پر بطور پروینشل اسسٹنٹ سرجن ہو کر آ گئے۔جماعت کو ڈاکٹر صاحب موصوف کے آنے سے بڑی تقویت ہو گئی۔وہ بڑے جوشیلے تھے۔مغرب، عشاء، فجر کی نماز باجماعت دوکان میں پڑھ لیتے۔ڈاکٹر صاحب کو اپنا امام بنا لیتے۔دوکانات لبِ سڑک تھیں۔بلا خوف وخطر دوکان میں آتے اور نماز کی جماعت کراتے۔ڈاکٹر صاحب ہر وقت تبلیغ میں مصروف رہتے۔اور جوش میں فرمایا کرتے تھے کہ میرا دل تو یوں چاہتا ہے کہ ایک کپڑے پر موٹے موٹے حروف میں یہ لکھ کر کہ ’’عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں‘‘ اور اپنے سینے پر کوٹ میں لگا کر منادی کرتا پھروں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔(ماخوذ ازرجسٹر روایات صحابہؓ۔غیر مطبوعہ۔جلد 12 صفحہ 248-246)

حضرت شیخ عطاء اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قادیان سے بیعت کی منظوری بذریعہ خطوط پہنچی اور ساتھ ہی کچھ لٹریچر سلسلے کا جن میں اخبار الحکم بھی تھا ہم لوگوں کو بھیجا گیا۔(یہ اخبار بھی منظوری کے ساتھ بھیجا گیا) جس کی ہم نے اشاعت کی۔لوگوں میں چرچا ہوا اور چرچے کے بعد مخالفت کا بازار شدید طور پر گرم ہو گیا۔جابجا جلسے ہونے لگے جن میں ہم لوگوں کو پکڑ پکڑ کر جبراً کھینچ گھسیٹ کر لے جایا جاتا اور توبہ پر مجبور کیا جاتا۔(توبہ کرو کہ مرزا صاحب سچے نہیں۔ہم اب مرید نہیں رہے۔خیر کہتے ہیں کہ) بعض کمزور لوگ جو تھے پھسلنے لگے، (سختی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔اُن میں استقامت نہیں تھی) اور ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت حافظ صوفی تصور حسین صاحبؓ اور شیخ سعد اللہ صاحبؓ جو کہ براہِ راست صوفی صاحب کے مرید تھے اور یہ عاجز باقی رہ گئے اور دوسرے سبھی لوگ دشمنوں کے دباؤ کی برداشت کرنے سے خائف ہو کر پھر گئے۔ (اب تین آدمیوں کے علاوہ باقی سب احمدیت چھوڑ گئے۔ سختیاں برداشت نہ کر سکے۔لیکن ان لوگوں نے سختیاں برداشت کیں۔استقامت دکھائی۔لکھتے ہیں کہ) صوفی صاحب کو اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔وہ قادیان پہنچ کر نورِ نبوت سے حصہ پا چکے تھے۔مگر اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص حکمت اور مصلحت نے میرے دل کو غیب سے منور فرمایا۔(صوفی صاحب تو قادیان جا کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ آئے تھے۔اُن کا ایمان مضبوط تھا، لیکن میں ابھی تک نہیں گیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی فضل فرمایا اور میرے دل کو روشن رکھا۔) اپنی قدرت نمائی سے منور فرمایا۔مجھ پر مخالفت کا کوئی اثر نہ ہوا۔نہ میں اُن کے دباؤ سے دبا۔ بلکہ جتنا وہ دباتے اور ڈراتے، میرا ایمان خدا کے فضل اور رحم سے زیادہ مستحکم ہوتا۔اُن کے مطالبۂ توبہ کو مَیں یہ کہتے ہوئے ٹھکرا دیا کرتا کہ توبہ کس بات سے آپ کرواتے ہیں؟‘‘ (ماخوذ ازرجسٹر روایات صحابہؓ۔غیر مطبوعہ۔جلد 12 صفحہ 313-312)

پھر ایک روایت حضرت میاں عبدالمجید خان صاحب کی ہے۔فرماتے ہیں کہ ’’ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مخالفوں نے ایک بھاری جلسہ کر کے بہت شور مچایا اور ہنگامہ برپا کیا۔جس میں نشانہ عداوت وبغض صرف یہ عاجز تھا۔(یعنی حضرت میاں عبدالمجید خان صاحب۔اُن کو ساری دشمنی کا نشانہ بنایا۔) انہوں نے میرے خلاف بہت سی تجاویز کیں۔بائیکاٹ کا خوف دلایا۔پولیس تک کو میرے خلاف بھڑکایا اور مجھے ایک فسادی اور باغی کے نام سے یاد کر کے جاہل لوگوں کو میرے خلاف اس رنگ میں بھڑکایا کہ میری جان کے لالے پڑ گئے۔اُن حالات سے متاثر ہو کر (اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک بیان کرتے ہیں کہ کیا تھا؟) کہ میں ایک رات جنگل میں نکل گیا۔قبلہ رُخ ہو کر دست بستہ کھڑا ہو گیا اور اپنے طریق سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالمِ خیال میں مخاطب کر کے عرض کیا کہ حضور اس خطرناک موقع میں دست گیری اور رہنمائی کا کوئی سامان فرمائیں۔اور میں نے یہ التجا اور دعا اس الحاح اور سوز وگداز سے کی اور رو رو کر عرض حال اور مشکل پیش آمدہ کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری آہ وبکا کو سنا۔(یہاں میں وضاحت کر دوں کہ یہ کوئی شرک والی حالت نہیں تھی جس طرح پیروں فقیروں پہ جا کے مانگا جاتا ہے، سجدے کئے جاتے ہیں یا اُن کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔ بہر حال ان کا اپنا ایک انداز تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ذہن میں لائے کہ ظلم سے اللہ تعالیٰ بچائے۔اس بات کی وضاحت کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہیں مانگا جا رہا تھا، اللہ تعالیٰ سے ہی مانگا جا رہا تھا، اُن کا یہ فقرہ ہے جو اس کی وضاحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری آہ وبکا کو سنا۔حضرت مسیح موعود کا حوالہ دیا تو یہ نہیں کہا کہ حضرت مسیح موعود نے سنا۔جس طرح ہمارے ہاں عام طور پر لوگ پیروں فقیروں کی قبروں پر جا کر پھر یہ کہتے ہیں کہ فلاں پیر صاحب نے ہماری بات سن لی اور ہمیں فلاں چیز عنایت کر دی۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری آہ وبکا کو سنا۔خیر) رات اُسی حالت میں اور فکر میں سو گیا۔(خواب میں) کیا دیکھتا ہوں کہ مخالفوں نے میرے مکان کا گھیرا کر لیا ہے۔اور چاروں طرف سے آوازیں کس رہے ہیں کہ اس شخص کو اب جان ہی سے مار ڈالو۔اسی اثناء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ پر نمودار ہوئے اور میرے بازوؤں کو اپنے دستہائے مبارک سے پکڑ کر میرا منہ آسمان کی طرف کرایا اور فرمایا کہ آسمان کی طرف اُڑ جاؤ۔چنانچہ حضور کی قوتِ قدسیہ ہی کے سہارے میرے جیسا بے پر انسان زمین سے اُڑ کر آسمان کی طرف چلا گیا۔مخالفین اپنے ارادے میں ناکام حیران کھڑے دیکھتے رہے۔اُس وقت خواب کے بعد میری آنکھ خوشی کے مارے کھل گئی اور مجھے یقینِ کامل ہو گیا کہ واقعی سیدنا حضرت اقدس خدا کے ایک راستباز اور صادق فرستادے ہیں۔ چنانچہ دوسرے روز صبح کو جب پھر مخالف لوگ میرے گرد جمع ہوئے تو میں نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ خدا نے اپنی قدرت نمائی سے اب مجھے وہ طاقت بخش دی ہے کہ اگر تم لوگ آروں سے بھی میرے جسم کو چیر دو تو یہ دل اور یہ منہ اس صداقت سے اب پھر نہیں سکتے۔(کہتے ہیں) دوسری رات کو پھر خواب میں دیکھتا ہوں کہ پولیس نے میرے مکان کا احاطہ کر رکھا ہے۔(یہ دشمنی تو ختم نہیں ہو رہی تھی۔روز اُن کے خلاف جلسے جلوس ہو رہے تھے۔) اور پولیس والے کہہ رہے ہیں کہ پبلک سے تو یہ شخص بچ گیا مگر چونکہ اس نے ایک قسم کا فساد اور بدامنی پھیلا رکھی ہے، اب حکومت اُس کو اپنے انتظام سے دبائے گی اور اگر یہ باز نہ آیا تو اُس کو جان سے مار دیا جائے گا۔پولیس کے اس حملے اور گھیرے سے میں (خواب میں) سخت پریشان ہوا۔(کہتے ہیں) مگر اچانک پھر کل رات کی طرح میرے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ پر ظاہر ہوئے اور اسی طرح میرے دونوں بازو اپنی شفقت سے پکڑے۔میرا منہ آسمان کی طرف کیا اور فرمایا کہ آسمان کی طرف اُڑ جاؤ۔چنانچہ میں پھر کل کی طرح زمین سے آسمان کو اُڑنے لگا اور پولیس وغیرہ کے حملے سے نجات پا گیا۔الحمدللہ۔چنانچہ دونوں رؤیا میں میرا ایمان میخ آہن کی طرح مضبوط اور پہاڑ کی چٹان کی طرح راسخ ہو گیا۔اور حضور پُر نور کی صداقت ایسے رنگ سے دل میں گڑ گئی کہ کاٹے کٹے نہ توڑے ٹوٹے۔(اب اس کو کوئی نہ توڑ سکتا ہے نہ کاٹ سکتا ہے۔) الحمدللہ۔الحمدللہ۔ثم الحمدللہ۔(کہتے ہیں کہ) اب دل میں ایک جوش اور اُمنگ پیدا ہوئی کہ اس فرستادہ الٰہی کی زیارت سے بھی مشرف ہوسکوں۔(اُس وقت تک آپ نے دیکھا نہیں تھا) چنانچہ میں نے حضرت کے حضور خط لکھا جس کے جواب میں حضور نے رقم فرمایا کہ میاں عبدالمجید آپ فوراً قادیان چلے آئیں۔‘‘ تو اللہ تعالیٰ اس طرح بھی ایمانوں کو مضبوط کرتا ہے اور یہ کیفیت آج بھی بہت سارے لکھنے والے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن میں پیدا کرتا ہے۔(ماخوذ ازرجسٹر روایات صحابہؓ۔غیر مطبوعہ۔جلد 12 صفحہ 279-278)

حضرت امیر خان صاحب کی روایت ہے۔ اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ ’’جب میں بیعت کر کے

دارالامان قادیان سے واپس اپنے گاؤں اہرانہ آیا تو مسمّٰی مہتاب خان جو ایک کھڑپینچ تھا (اور کچھ بڑا اپنے آپ کو سمجھتا تھا) اور کچھ معمولی نوشت وخواند کی وجہ سے پرلے درجے کا مغرور تھا (یعنی معمولی پڑھا لکھا آدمی تھا۔) اور ہمہ دانی کا مدعی تھا۔ (یعنی بہت کچھ اب اُس کو آتا ہے۔ ہر چیز میں اپنے آپ کو ماہر سمجھتا تھا) میری مخالفت پر تل گیا اور زبان درازی میں حد سے گزر گیا۔ مگر میں صبر سے کام لیتا رہا۔ آخرکار اُس کے کنبے میں طاعون پھوٹ پڑی اور اس قدر تباہی ہوئی کہ بہو اور بھابھی اور جوان لڑکا جو ایک ہی تھا وہ سب کے سب چند دنوں میں پلیگ کا شکار ہو گئے اور کوئی روٹی پکانے والا بھی نہ رہا۔ اُس کی ایک لڑکی جو نزدیک ہی دوسرے گاؤں میں بیاہی ہوئی تھی، اُس کے جا کر وہ روزانہ روٹی کھاتا مگر شریکوں کی روٹی کھانا، (یعنی بیٹی کے سسرال میں جا کر روٹی کھانا) اُس کے لئے موت سے بدتر تھا۔ مہتاب خان مذکور کی عمر اُس وقت ساٹھ سال سے کچھ اوپر ہو گی اور جائیداد غیر منقولہ صرف ڈیڑھ گھماؤں کے قریب باقی ہو گی۔ (یہ ڈیڑھ گھماؤں ایکڑ سے بھی کم ہوتا ہے) ایک دن صبح کے وقت نماز فجر کے بعد میں ایک مسجد میں قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہا تھا کہ وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ دیکھ میری حالت کیا ہے؟ اور کعبے کی طرف ہاتھ کر کے کہنے لگا کہ مجھے کوئی مرزا صاحب سے عناد نہیں ہے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 6 صفحہ 127-126) (کوئی دشمنی نہیں ہے۔ یہ حالت ہوئی تو تب اُس کو خیال بھی پیدا ہوا۔)

صحابہ کی استقامت کے یہ چند واقعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی جماعت عطا فرمائی ہے جو ثابت قدمی اور استقامت میں آج بھی غیر معمولی نمونے دکھانے والی ہے۔ کئی خطوط مجھے آتے ہیں، کئی لوگ مجھے ملتے ہیں اور اپنے واقعات سناتے ہیں۔ یہ نمونے دکھانے والے جہاں مرد ہیں، وہاں عورتیں بھی ہیں۔ پس جو جاگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ قدسی کی وجہ سے صحابہ میں لگی تھی اللہ تعالیٰ نے اب تک اُسے جاری فرمایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن صحابہ کے بھی درجات بلند فرمائے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول فرمایا اور استقامت سے ثابت قدمی دکھائی اور اُن کی اولادوں کو بھی استقامت بخشے۔ اور اب شامل ہونے والوں، جو ہم میں موجود ہیں اور آئندہ شامل ہونے والوں کے ایمانوں کو بھی قوت اور طاقت بخشے اور استقامت بخشے۔

استقامت کے علاوہ بھی کچھ واقعات ہیں جو میں پیش کرتا ہوں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی جو معجزانہ حفاظت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا اُن سے جو خاص سلوک تھا، اُس کا ذکر ہے جو یقیناً ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث بنتا ہے۔

حضرت مرزا برکت علی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ''بندہ 4/اپریل 1905ء کے زلزلہ عظیم میں بھاگسو ضلع کانگڑہ بمقام ایردھرم سالہ ایک مکان کے نیچے دب گیا اور بصد مشکل باہر نکالا گیا تھا۔ اُس موقع کے چشم دید گواہ بابو گلاب دین صاحب اوورسیئر پنشنر جو اُن ایام میں وہاں پر بطور سب ڈویژنل آفیسر تعینات تھے، آج سیالکوٹ میں زندہ موجود ہیں۔ اس واقعہ کے ایک دو ماہ قبل جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زلزلہ عظیم کی پیشگوئی شائع فرمائی تھی۔ (اُس سے چند ماہ پہلے اس زلزلہ کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی) کہتے ہیں۔ بندہ خود بھی قادیان دارالامان موجود تھا (جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے) اور حضور کے شائع فرمودہ اشتہارات ہمراہ لے کر دھرم سالہ چھاؤنی پہنچا اور وہ اشتہارات متعدد اشخاص کو تقسیم بھی کئے تھے۔ چونکہ بندہ وہاں بطور کلرک کام کرتا تھا اور عارضی ملازمت میں مجھے فرصت حاصل تھی۔ اس لئے بندہ وہاں وقتاً فوقتاً مرزا رحیم بیگ صاحب احمدی صحابی کو بھی ملنے جایا کرتا تھا۔ مرزا صاحب موصوف مغلیہ برادری کے ایک بڑے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اُن کے دوسرے بھائی احمدی نہ تھے۔ صرف اُن کی اپنی بیوی بچے اُن کے ساتھ احمدی ہوئے اور باقی تمام لوگ اُن کی سخت مخالفت کرتے تھے۔ اور جو احمدی ہوئے یہ سب لوگ جو تھے وہ محفوظ رہے اور بعض اور احمدی بھی جو مختلف اطراف سے وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ مختلف جگہوں سے آئے ہوئے وہاں رہتے تھے۔ یہ کہتے ہیں وہ بھی سب کے سب اس زلزلے کی تباہی میں بچ گئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حالانکہ میرے خیال میں جو اموات کا اندازہ تھا نوّے فیصد جانوں کا نقصان تھا۔ اور ایسے شدید زلزلے میں ہم سب احمدیوں کا بچ جانا ایک عظیم الشان نشان تھا۔ اس کی تفصیل اگر پوری تشریح سے لکھوں تو یقیناً ہر طالبِ حق خدا تعالیٰ کی نصرت کو احمدیوں کے ساتھ دیکھے گا۔ (یعنی جو حق کو جاننا چاہتا ہے وہ اس زلزلے کے واقعات کو سن کر ہی یقیناً یہ محسوس کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت احمدیوں کے ساتھ ہے۔) کہتے ہیں کہ کیونکہ میرے اہل و عیال بلکہ خانصاحب گلاب خان صاحب کے اہل وعیال اور مستری اللہ بخش صاحب سیالکوٹی اور اُن کے ہمراہ غلام محمد مستری اور دوسرے احمدی احباب کے اس زلزلے کی لپیٹ سے محفوظ رہنے کے متعلق جو قدرتی اسباب ظہور میں آئے اُن میں ایک ایک فرد کے متعلق جدا جدا نشان نظر آتا ہے۔ خصوصاً مستری الٰہی بخش صاحب کی وہاں سے ایک دن قبل اتفاقی روانگی اور ہمارے اہل وعیال کا کچھ عرصہ قبل وہاں سے وطن کی طرف مراجعت کرنا (واپس آنا) اور زلزلے سے پیشتر بعض احباب کا دوکان سے باہر نکل جانا اور زلزلے میں دَب کر عجیب وغریب اسباب سے باہر نکلنا، یعنی جو دب گئے وہ سب باتیں بھی بطور نشان تھیں۔ اور میرا ارادہ ہے کہ اُس پر تفصیل سے ایک مضمون لکھ کر ارسالِ خدمت کروں۔ (پتہ نہیں بعد میں انہوں نے لکھا کہ نہیں لیکن بہرحال کہتے ہیں) فی الحال مختصراً ان مقامات کا تذکرہ کیا گیا ہے (جب انہوں نے روایت درج کروائی ہے) جن کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کے سلسلے میں پیش آیا۔ کہتے ہیں اس زلزلے کے کچھ دن بعد جب خاکسار قادیان میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور اُن ایام میں آم کے درختوں کے سائے میں مقبرہ بہشتی کے ملحقہ باغ میں خیمہ زن تھے۔ (خیمہ میں رہا کرتے تھے۔) جب بندہ نے حضور سے ملاقات کی تو حضور نے میرے متعلق کئی سوال کئے کہ آپ مکان کے نیچے دَب کر کس طرح زندہ نکل آئے۔ تو بندہ نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے مستری اللہ بخش صاحب احمدی کی چارپائی نے بچایا جو ایک بڑی دیوار کو اپنے اوپر اُٹھائے رکھے، (جس نے بڑی دیوار کو اپنے اوپر اُٹھائے رکھا) اور مجھے زیادہ بوجھ میں نہ دبنا پڑا۔ ایسے ہی حضور نے اور احمدیوں کے متعلق سوالات کئے اور بندہ نے سب دوستوں کے محفوظ رہنے کے متعلق شہادت دی۔ حالانکہ حضور اس سے قبل اشتہار میں شائع فرما چکے تھے کہ زلزلے میں ہماری جماعت کا ایک آدمی بھی ضائع نہیں ہوا۔ اور مجھے یقین ہے کہ حضور کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا علم ہو چکا تھا۔ ورنہ مجھ سے قبل دھرم سالے سے کوئی احمدی حضور کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا۔ (دھرم سالے سے کوئی احمدی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں نہیں آیا تھا۔ یہ پہلے آدمی آئے تھے اور ان سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری تفصیلات معلوم کیں۔ لیکن جو اشتہار تھا کہ اس زلزلے میں کسی بھی احمدی کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا، اس بارے میں آپ نے اشتہار فرما دیا تھا۔) تو کہتے ہیں پس حضور سے بندہ کی ملاقات جو زلزلہ کانگڑہ کے بعد ہوئی، اس میں احمدیوں کے بچ جانے کو حضور نے ایک نشان قرار دیا ہے اور خصوصاً میرا اپنا زلزلہ میں دب کر بچ جانا نشان ہے جس کا بذریعہ تحریر اعلان کر دیا گیا ہے۔ مبارک وہ جو اس چشم دید نشان سے عبرت پکڑیں اور خدا کے فرستادے پر ایمان لائیں۔'' (ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 3 صفحہ 3-1)

حضرت چوہدری عبدالحکیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ اتفاقاً میری ملاقات مولوی بدرالدین احمدی سے ہوئی جو شہر کے اندر ایک پرائمری سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہوں نے مجھے اخبار الحکم پڑھنے کو دیا۔ مجھے یاد ہے کہ اخبار الحکم کے پہلے صفحے پر خدا تعالیٰ کی ''تازہ وحی'' اور ''کلماتِ طیبات امام الزمان'' لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ (دو ہیڈنگ ہوتے تھے کہ تازہ وحی اور کلماتِ طیبات امام الزمان۔ پہلے صفحہ پر یہ دو عنوان ہوتے تھے۔) کہتے ہیں میں ان کو پڑھتا تھا اور میرے دل کو ایک ایسی کشش آور محبت ہوتی تھی کہ فوراً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں پہنچوں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہوا اور باوجود اہلِ حدیث کے مولویوں کے بہکانے اور ورغلانے کے میں نے تھوڑے ہی عرصے میں قبول کر لیا۔ مولوی بدرالدین صاحب نے مجھے قادیان فوراً جانے کا مشورہ دیا اور میرے ساتھ ایک اور اہلِ حدیث مولوی بھی تیار ہو گئے۔ وہ مولوی سلطان محمود صاحب اہلِ حدیث کے شاگردِ خاص تھے۔ لکھتے ہیں کہ میری تنخواہ اُس وقت پندرہ روپے تھی اور غربت کی حالت تھی۔ میں نے رخصت لے لی۔ چونکہ ریلوے پاس کا ابھی حق نہ تھا۔ میں نے بمع دوسرے دوست کے امرتسر کا ٹکٹ لیا۔ کیونکہ ہمارے پاس قادیان کا کرایہ پورا نہ تھا۔ امرتسر پہنچ کر ہمارا ٹکٹ ختم ہو گیا اور ہم نے بٹالے والی گاڑی میں سوار ہونا تھا مگر ہمارے پاس صرف آٹھ آنے کے پیسے تھے۔ اس لئے ہم نے دو دو آنے کا ویرکے کا ٹکٹ لے لیا اور گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ویرکہ سٹیشن پر جب گاڑی پہنچی تو ہمارا ٹکٹ ختم ہو چکا تھا مگر ہم نہ اُترے اور گاڑی روانہ ہو گئی۔ جب دوسرے سٹیشن کے درمیان گاڑی جا رہی تھی کہ ریلوے کا ایک ملازم ٹکٹ پڑتال کرنے آیا اور سب مسافروں سے ٹکٹ دیکھنا شروع کیا۔ چونکہ ہمارا ٹکٹ پچھلے سٹیشن کا تھا اور ہمارے پاس رقم بھی نہ تھی۔ ہم دونوں اپنی بے عزتی ہونے کی وجہ سے بہت پریشان اور ہراساں ہوئے اور سوائے اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ ہم دونوں نے مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ہم تیرے سچے مسیح کی خدمت میں جا رہے ہیں۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اپنے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر جو تیرا پیارا ہے ہماری پردہ پوشی فرما اور ہم کو بے عزتی اور رسوائی سے بچا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا قبول فرمائی۔ جب ریلوے ملازم نے ہم سے ٹکٹ طلب کیا تو ہم نے وہی ٹکٹ جو پچھلے سٹیشن کے تھے اُس کو دے دیئے اور مجھے خوب یاد ہے کہ اُس نے وہ ٹکٹ اچھی طرح دیکھ کر ہم کو واپس دے دیئے اور ہمیں کچھ بھی نہ کہا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ یہ ہمارے لئے ایک معجزہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے اور پاک مسیح کی خاطر ہماری پردہ پوشی فرمائی اور ہم کو رسوائی سے بچا لیا اور یہ واقعہ ہمارے لئے تقویتِ ایمان کا باعث ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی ہمارے لئے اظہر من الشّمس ہو گئی۔ بٹالہ سے اُتر کر ہم پیدل قادیان کے لئے روانہ ہوئے اور ظہر کے وقت دارالامان پہنچے۔'' (ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 3 صفحہ 123-121)

حضرت اللہ دتہ صاحبؓ ہیڈ ماسٹر فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ہزاروں موتوں اور آفات سے غیر معمولی فضل سے بچایا۔ میں نے سانپوں کو پکڑا۔ سانپوں پر چڑھ گیا اور سانپ مجھ پر چڑھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر جگہ سے بال بال بچایا۔'' (ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 7 صفحہ 121)

حضرت ماسٹر ودھاوے خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''امرتسر کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ یہاں پر طاعون بہت زوروں پر تھی۔ میں ایک دن سکول سے گھر آیا تو میری اہلیہ صاحبہ دروازے پر کھڑی تھیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے اندر چوہے مرے پڑے ہیں اور گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ میں نے بڑے یقین سے کہا کہ فکر نہ کرو۔ ہماری جماعت طاعون سے محفوظ رہے گی اور کوئی اندیشہ نہیں۔ اس کے بعد میں نے جھاڑو دے کر مکان کو صاف کر دیا۔ دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ ہوا اور چوہوں کے ساتھ کیڑے بھی بہت سے تھے۔ میں نے پھر اُن کو صاف کر دیا اور اہلیہ کو تسلی دی کہ کوئی فکر نہیں۔ ہماری جماعت اس سے محفوظ رہے گی۔ تیسرے چوتھے دن کے بعد رات کے بارہ بجے مجھے میری اہلیہ نے کہا کہ مجھے تو گلٹی نکل آئی ہے۔ (یعنی طاعون کی گلٹی)۔ میں نے بڑی تسلی اور یقین کے ساتھ کہا کہ گھبرائیں نہیں۔ میں صبح ہی حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کا خط لکھ دوں گا۔ چنانچہ میں نے صبح ہی خط لکھ دیا اور میرا خیال ہے کہ وہ خط ابھی قادیان نہیں پہنچا ہو گا کہ وہ گلٹی ناپید ہو گئی (ختم ہو گئی) اور میری اہلیہ بالکل تندرست ہو گئی۔ اسی طرح پھر دوسرے تیسرے دن میرے لڑکے عبدالکریم کو جو ایک سال کا ہو گا اُسے گلٹی نکل آئی۔ میں نے پھر حضور کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھ دیا اور گھر والوں کو بہت تسلی دی۔ چنانچہ وہ گلٹی بھی خود بخود ختم ہو گئی۔ اُس وقت پلیگ کا اس قدر زور تھا کہ روزانہ دو اڑھائی صد آدمی بیماری سے مرتا تھا اور اس شرح موت کا ذکر کمیٹی کی طرف سے روزانہ ہوتا تھا۔'' (ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 11 صفحہ 27-26)

اس بارے میں یہ وضاحت کر دوں کہ جب طاعون پھیلی ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض ہدایات بھی جاری فرمائی تھیں، شاید اُن تک پہنچی نہ ہوں یا انہوں نے اُس کو صحیح طرح سمجھا

نہیں ورنہ صحابہ تو جو بھی صورتحال ہو فوراً عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جو بھی ارشاد آئے، وہ ارشاد یا آگے پیچھے ہو گیا ہو یا یہ واقعہ بعد کا ہے یا پہلے کا۔ بہرحال یہ ان کی ایمان کی مضبوطی تو ہے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کے ایمان کو مضبوط کیا بلکہ ان کے بیوی بچوں کو بھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس وقت جب ہر محلے میں ہر جگہ یہ طاعون پھیل گئی ہے جو ہدایات فرمائی تھیں، وہ یہ تھیں۔ آپ نے ایک جگہ فرمایا تھا کہ ''یہ ہمارا حکم ہے۔ بہتر ہے کہ لاہور کے دوست اشتہار دے دیں کہ جس گھر میں چوہے مریں اور جس کے قریب بیماری ہو، فوراً وہ مکان چھوڑ دینا چاہئے'' (یا لوگ سمجھے کہ یہ صرف لاہور کے لئے ہے۔ لیکن بہرحال ایک عمومی حکم ہے کہ بیماریوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور جو وبائیں ہوں اُن کا بہرحال تدارک کرنا چاہئے۔) فرمایا کہ ''فوراً وہ مکان چھوڑ دینا چاہئے اور شہر کے باہر کسی کھلے مکان میں چلا جانا چاہئے۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ ظاہری اسباب کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ گندے اور تنگ و تاریک مکانوں میں رہنا تو ویسے بھی منع ہے خواہ طاعون ہو یا نہ ہو۔ .... ہر ایک پلیدی سے پرہیز رکھنا چاہئے۔ کپڑے صاف ہوں۔ جگہ ستھری ہو۔ بدن پاک رکھا جائے۔ یہ ضروری باتیں ہیں اور دعا اور استغفار میں مصروف رہنا چاہئے''۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ ''حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی طاعون ہوئی تھی۔ ایک جگہ مسلمانوں کی فوج گئی ہوئی تھی۔ وہاں سخت طاعون پڑی۔ جب مدینہ شریف میں امیر المومنین کے پاس خبر پہنچی تو آپ نے حکم لکھ بھیجا کہ فوراً اس جگہ کو چھوڑ دو اور کسی اونچے پہاڑ پر چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ فوج اُس سے محفوظ ہو گئی۔ اُس وقت ایک شخص نے اعتراض بھی کیا کہ کیا آپ خدا تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں؟ فرمایا میں ایک تقدیرِ خداوندی سے دوسری تقدیرِ خداوندی کی طرف بھاگتا ہوں اور وہ کونسا امر ہے جو خدا تعالیٰ کی تقدیر سے باہر ہے۔'' (ملفوظات جلد نہم۔ صفحہ 248)

تو یہ عمومی ہدایت ہے۔ یہ بھی نہیں کہ جان بوجھ کے اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالا جائے۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ''خدا تعالیٰ نے دو وعدے اپنی وحی کے ذریعے سے کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس گھر کے رہنے والوں کو طاعون سے بچائے گا جیسا کہ اُس نے فرمایا ہے کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ دوسرا وعدہ اُس کا ہماری جماعت کے متعلق ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمِھِمْ اُوْلٰئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ۔ (ترجمہ) جن لوگوں نے مان لیا ہے اور اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کو نہ ملایا۔ ایسے لوگوں کے واسطے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ جماعت کے وہ لوگ بچائے جائیں گے جو پوری طرح سے ہماری ہدایتوں پر عمل کریں اور اپنے اندرونی عیوب اور اپنی غلطیوں کی میل کو دور کر دیں گے۔ اور اپنے نفس کی بدی کی طرف نہ جھکیں گے۔ بہت سے لوگ بیعت کر کے جاتے ہیں مگر اپنے اعمال درست نہیں کرتے۔ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے کیا بنتا ہے؟ خدا تعالیٰ تو دلوں کے حالات سے واقف ہے۔'' (بدر۔ جلد 6 نمبر 14 صفحہ 7۔ مؤرخہ 4/اپریل 1907ء)

پس یہ دو باتیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعدے ہیں۔ ہر مشکل، ہر مصیبت، ہر وبا سے بچنے کے لئے ہمیں اپنے ایمانوں کی طرف دیکھنے کی ہر وقت ضرورت ہے کہ کس حد تک ہم اپنے ایمان میں کامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں؟

حضرت مولوی صوفی عطا محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اب ملنا میرے لئے مشکل تھا (یعنی جن حالات میں وہ تھے ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملنا مشکل تھا) کیونکہ رخصت تو ملتی نہیں تھی۔ اتفاق سے اخبار میں یہ پڑھا کہ حضرت اقدس جہلم تشریف لا رہے ہیں اور مجھے تو جہلم جانے کی بھی اجازت نہ مل سکتی تھی مگر میں بہت بیقرار تھا۔ گھر والوں کو میں نے کہا کہ کل اتوار ہے اور حضرت اقدس جہلم تشریف لائے ہیں۔ آپ کسی کو بتائیں نہیں، میں جاتا ہوں۔ وقت گاڑی کا بالکل تنگ تھا اور تین میل پر سٹیشن تھا۔ رستہ پہاڑی، رات کا وقت، دن کو بھی لوگوں کو اُس طرف پر چلنا مشکل تھا۔ میں نے خدا پر توکل کیا اور چل پڑا۔ اتفاق سے کوئی بتّی تمام راستہ میرے آگے چلتی گئی۔ شاید کوئی اور آدمی بھی جا رہا ہوگا۔ خدا خدا کر کے پہاڑی رستہ دوڑتے ہوئے طے کیا۔ جب سٹیشن پر پہنچا تو گاڑی بالکل تیار تھی۔ ٹکٹ لیا اور جہلم پہنچا اور حضور کی زیارت سے مشرف ہوا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 11 صفحہ 210-209)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت بالکل نوجوان تھا۔ کپورتھلہ میں ایک رات مجھے ایک خواب آیا کہ ایک ہاتھی ہے۔ میں اُس کے نیچے آ گیا ہوں اور اس کا پیٹ میرے اوپر ہے۔ جب صبح ہوئی تو خانصاحب عبدالمجید خان صاحب نے مجھے کہا کہ مولوی صاحب! آج دریائے بیاس میں طغیانی آئی ہوئی ہے اور ہم ہاتھیوں پر بغرضِ سیر و تفریح وہاں دریا کا نظارہ دیکھنے کے لئے جانے کے لئے تیار ہیں۔ آپ بھی ضرور تشریف لے چلیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں نہیں جا سکتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج رات میں نے ایک سخت منذر خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں ہاتھی کے نیچے آ گیا ہوں۔ لیکن وہ یہ خواب سن کر بھی برابر اصرار ہی کرتے رہے اور میں بار بار انکار کرتا کیونکہ میرے قلب پر اس خواب کا بہت برا مہیب اثر مستولی ہو رہا تھا۔ اور جب میں نے خانصاحب سے یہ فقرہ سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ دریا پر جانے کے لئے ہاتھیوں پر سوار ہو کر جانا ہے تو ہاتھیوں کا نام سن کر اور بھی میرے دل پر اس خواب کا شدید اثر محسوس ہوا۔ پھر تو میں نے شدت کے ساتھ انکار کیا اور ساتھ جانے سے اعراض کیا۔ پھر خانصاحب کے ساتھ اور کئی دوست بھی جانے کے لئے مصر ہوئے (اصرار کرنے لگے۔) اُن دوستوں کے بے حد اصرار کی وجہ سے آخر میں نے سمجھا کہ قضا و قدر یہی مقدر معلوم ہوتی ہے کہ جو کچھ وقوع میں آنا ہے وہ ہو کر رہے۔ تب میں بادل نخواستہ اُن کے ساتھ تیار ہو گیا اور دوستوں نے کئی ہاتھی تیار کئے اور تین ہاتھی تھے یا چار جن پر دوست سوار ہوئے۔ مجھے بھی خانصاحب موصوف نے اپنی معیت میں ایک ہاتھی پر سوار کیا۔ جب دریا پر گئے تو قضاء و قدر نے ظاہری ہاتھیوں کی صورت میں تو اس منذر خواب کی حقیقت ظاہر نہ ہونے دی بلکہ اس کے لئے ایک دوسرا پیرایہ اختیار کیا کہ جب ہم ہاتھیوں سے اُتر کر برلبِ دریا کھڑے ہو کر نظارہ کرنے لگے تو ایک نوجوان کو دیکھا کہ اس طغیانی کے موقع پر دریا کا پل جو اپنے نیچے کئی درے رکھتا تھا، وہ اس کے قریب کے دَر سے پل کے اوپر سے چھلانگ لگا کر کود پڑتا، پھر پل کے نیچے سے قریب کے دَر سے گزر کر دوسری طرف نکل آتا۔ میں بھی کچھ کچھ تیرا کی جانتا تھا۔ میں نے اُسے کہا کہ بھائی! آپ قریب کے دَر سے گزرتے ہیں، بات تب ہو کہ آپ کسی دور کے دَر سے گزریں۔ اُس نے کہا دریا زوروں پر ہے کیونکہ طغیانی کا موقع ہے۔ اس لئے کسی دور کے در سے پُل کے نیچے سے گزرنا اس وقت بہت مشکل ہے۔ میں نے کہا تیرا کی آتی ہے تو پھر کس بات کا خوف ہے؟ اُس نے کہا کہ آپ تیرا کی جانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! کچھ جانتا ہوں۔ اُس نے کہا پھر آپ ہی گزر کے دکھائیں۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ میں نے لنگوٹ پہن کر دور کے دَر سے گزرنے کی غرض سے پل کے اوپر سے چھلانگ لگائی۔ پہلی دفعہ تو میں درے کے پل کے نیچے سے صاف گزر گیا لیکن دوسری دفعہ پھر اَور دُور کے دَر سے گزرنے کے لئے چھلانگ لگانے لگا۔ جب پل کے اوپر سے میں نے چھلانگ لگائی تو اتفاق سے جہاں میں نے چھلانگ لگائی اور گرا وہ سخت بھنور اور گرداب کی جگہ تھی۔ (یعنی اُس جگہ میں بہت زیادہ بھنور تھا۔) جہاں پانی چکی کی طرح بہت ہی بڑے زور سے چکر کھا رہا تھا۔ میں گرتے ہی اس گرداب میں پھنس گیا اور ہر چند کوشش کی کہ وہاں سے نکل سکوں لیکن میری کوشش عبث ثابت ہوئی۔ آخر میں اسی گرداب میں کچھ وقت تک پانی کی زبردست طاقت کے نیچے دب گیا اور میرے لئے بظاہر اس گرداب سے نکلنا محال ہو گیا۔ اور میری مقابلہ کی قوتیں سب کی سب بیکار ہونے لگیں اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ دو تین منٹ کے اندر اندر اب میری زندگی کا نظام درہم برہم ہو کر میرا کام تمام کر دیا جائیگا۔ اُس وقت سب احباب جو پل کے اوپر سے میری اس حالت کا نظارہ کر رہے تھے وہ شور کرنے لگے کہ ہائے افسوس! مولوی صاحب گرداب میں پھنس کر اپنی زندگی کے آخری دم توڑنے کو ہیں۔ اُس وقت عجیب بات قضاء و قدر کے تصرف کی یہ تھی کہ احباب باوجود واویلا کرنے اور شور مچانے کے کہ میں ڈوب رہا ہوں، اُنہیں یہ بات نہ سوجھ سکی کہ وہ سر سے پگڑی اتار کے ہی میری طرف پھینک دیتے، تا میں اس پگڑی کا ایک سرا پکڑ کر کچھ بچاؤ کی صورت اختیار کر سکتا۔ مگر یہ خیال کسی کی سمجھ میں نہ آ سکا۔ اب میری حالت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ عالمِ اسباب کے لحاظ سے بالکل مایوس کن حالت ہو رہی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میری زندگی کا سلسلہ اب صرف چند لمحوں تک ختم ہو جانے والا ہے اور مَیں آخری سانس لے رہا ہوں۔ اتنے میں قضاء و قدر نے ایک دوسرا سین بدلا اور حضرت خالق الاسباب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل برکت، جن کی اجازت اور ارشاد کے تحت خاکسار نے کپورتھلے کا سفر اختیار کیا تھا، میری حفاظت اور بچاؤ کے لئے بالکل ایک نئی تجلی قدرت کی نمایاں فرمائی اور وہ اس طرح کہ میں جس گرداب میں غوطے کھا رہا تھا اور کبھی نیچے اور کبھی اوپر اور کبھی پانی کے اندر اور کبھی پانی سے باہر سر نکالتا تھا اور جو کچھ یہ ہو رہا تھا میری طاقت اور اختیار سے باہر کی بات تھی، اُس وقت پانی اپنی طغیانی اور طاقت کے ساتھ مجھ پر پورے طور پر متصرف نظر آتا تھا کہ ناگاہ کسی زبردست ہاتھ نے مجھے اُس گرداب کے چکر سے باہر پھینکا اور زور کے ساتھ اتنا دور پھینکا کہ میں کنارے کی طرف ایک ببول کا بہت بڑا درخت جو دریا کے کنارے سے دریا کے اندر دور تک گھرا پڑا تھا اُس کی شاخ میرے ہاتھ میں محض قدرت کے تصرف سے آ گئی اور میں سنبھل گیا اور شاخوں کا سہارا لے کر دیر تک آرام کی خاطر وہاں خاموش کھڑا رہا۔ پھر خدا کے، ہاں محض حضرت خیر الراحمین کے فضل و کرم سے میں باہر سلامتی کے کنارے تک پہنچ گیا۔ اُس وقت مجھے وہ خواب اور اُس کی یہ تعبیر آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ اور مجھے اُس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ قضاء و قدر رؤیا میں ہاتھی کے نیچے آنے کی تعبیر میں کبھی ہاتھی کی جگہ کوئی دوسری آفت بھی ظاہر کر دیتی ہے۔ حالانکہ اس سفر میں ہاتھی پر ہی ہم سوار ہو کر دریا پر پہنچے لیکن رؤیا کا انذاری پہلو ہاتھی کی جگہ دریا کے حادثہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ دوسرے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ گرداب سے میرا بچ جانا بطفیل برکات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوا تھا اور آپ کی اجازت اور ارشاد کے ماتحت میرا کپورتھلے میں آنا اور خدمتِ سلسلہ میں تبلیغ کا کام کرنا، اس کی وجہ سے میں ہلاکت سے بچایا گیا ورنہ اسباب کے لحاظ سے حالات بالکل مایوس کن نظر آتے تھے۔'' (ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 10 صفحہ 28, 25, 19)

تو یہ واقعات بھی صحابہ کی ایمانی حالت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یقین کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے جس طرح بیان فرمایا ہے اگر کوئی دنیا دار ہوتا تو اس کو اتفاقی بات قرار دیتا کہ اتفاق ایسا ہوا کہ دریا نے مجھے پھینک دیا۔ لیکن حضرت مولوی صاحب نے دین کی خاطر سفر کو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو اس کی وجہ قرار دیا۔ تو یہ ہے جو ایمانی حالت ہے جو ہم سب میں پیدا ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Applications (ILR)
- Post Study Work Visa
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High Court of Appeals

قانونی مشاورت
برائے اسائلم

- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals

HEAD OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
Tel: 02086 720 666   02086 721 738

24 Hours Emergency No:
07878 33 5000 / 0777 4222 062

Same Day Visa Service
Email: law786@live.com

RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)
SOW THE SEEDS OF LOVE

اسلام پر صلیبی یلغار کے خلاف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے غلاموں کا کامیاب دفاع

(فضل الٰہی انوری۔ جرمنی)

اگر آج سے ڈیڑھ سو سال قبل کی عالمی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو جہاں مسلمانوں کی مادی اور سیاسی قوت میں بتدریج انحطاط شروع ہو گیا تھا، وہاں اسلام دشمن طاقتوں نے اپنی اسلام دشمنی میں مسلسل اضافہ کر دیا تھا۔ وہ زمانہ تھا جب اُس وقت کی سب سے بڑی اسلامی حکومت، دولت عثمانیہ، اپنی اندرونی سازشوں کی وجہ سے دم توڑتی نظر آ رہی تھی یعنی اس کے اندر ایسے کچے دھاگے پیدا ہو چکے تھے جو غداری کی سرشت رکھنے والے اور وقت پر ٹوٹنے والے تھے۔ دوسری طرف برصغیر پر سات سو سال سے قائم رہنے والی مغلیہ سلطنت برطانوی یلغار کے سامنے بے بس ہو کر اپنا سب کچھ کھو چکی تھی۔

عیسائیت کے غلبہ کے منصوبے

مسلمان حکومتوں کے اس انحطاط کا ہی نتیجہ تھا کہ صلیبی عقائد کے علمبردار جن کی مذہبی سرگرمیاں اب تک اپنے علاقوں تک محدود تھیں، مسلمانوں کو لقمہ تر سمجھتے ہوئے اب آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے اور ہر قسم کے اوچھے ہتھیاروں سے لیس ہو کر ان کے دین کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے منصوبے باندھنے لگ گئے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا شخص جو ایک منصوبہ کے ماتحت اس کام پر آمادہ ہوا، اس کا نام ڈاکٹر جان ہنری بیروز (Dr. John Henry Barrows) تھا۔ امریکہ کا رہنے والا یہ شخص جس نے اپنے آپ کو پہلی عالمی مذہبی پارلیمنٹ کے پریذیڈنٹ کے طور پر متعارف کرایا، اسلام کا اس قدر دشمن تھا کہ امریکہ سے ہندوستان تک اسے سوائے اسلام کے اَور کوئی ایسا مذہب نظر نہ آیا جس کو وہ اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بناتا۔ چنانچہ 1896ء میں وہ ایک منصوبے کے تحت ہندوستان پہنچا اور عیسائی حکومتوں بالخصوص برطانوی حکومت کے مادی اور سیاسی تفوق کی آڑ لے کر اس نے پہلے تو یہ اعلان کِیا کہ:

’’آسمانی بادشاہت پورے کرّہ ارض پر محیط ہوتی جا رہی ہے۔ آج دنیا بھر میں اخلاقی اور فوجی طاقت، علم و فضل، صنعت و حرفت اور تمام تر تجارت اُن اقوام کے ہاتھ میں ہے جو آسمانی ابوّت اور انسانی اخوت کی مسیحی تعلیم پر ایمان رکھتے ہوئے یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کرتی ہیں‘‘۔

(انگریزی سے ترجمہ)

پھر عیسائی حکومتوں کی مادّی چکا چوند سے متأثر ہونے والے اسلامی ممالک کے یورپی تہذیب و تمدن کے اپنانے کے رجحان کو عیسوی عقائد کی برتری پر محمول کرتے ہوئے اس نے یہ نہایت اشتعال انگیز اعلان کیا کہ:

’’اب مَیں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں جس کے نتیجے میں صلیب کی چمکار ایک طرف لبنان پر جلوہ افروز ہے تو دوسری طرف کوہ فارس کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی ضیا پاشیوں سے منور ہو رہا ہے۔ یہ صورت حال اُس آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ ہے کہ جب قاہرہ، دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے اور صلیب کی چمکار صحرائے عرب کو چیرتی ہوئی مکہ اور مدینہ تک پہنچ جائے گی۔ اُس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ساتھ مکّہ کے شہر اور خاص طور پر کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں حق و صداقت کی منادی ہوگی‘‘۔ (انگریزی سے ترجمہ)

کاسر صلیب حضرت مسیح موعودؑ کا اعلان حق

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، ڈاکٹر بیروز نے اپنے ان لیکچروں کا آغاز 1887ء میں سرزمین ہند سے کِیا۔ یہ بعینہٖ وہ وقت تھا جب بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں ظاہر ہونے والا اور کاسر صلیب کا خطاب پانے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فرزند دنیا میں توحید کے حق میں رونما ہونے والی ایک بہت بڑی تبدیلی کے بارے میں یہ اعلان فرما رہا تھا کہ:

’’آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے۔ اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے دعوے سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر مَوت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا بھی اب ضرور مرے گا......نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا.....قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سارے حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا، نہ کند ہوگا جب تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کردے‘‘۔

(اشتہار مورخہ 14؍جنوری 1897ء)

چرچ کی ناکامی اور احمدیت کی کامرانی کا اعتراف

حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کا خدائی وعدوں پر مبنی یہ اعلان کس قدر حقیقت افروز اور اس کے مقابلے میں ڈاکٹر بیروز کے بیمار ذہن کی پیداوار وہ اعلان جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، کس قدر کھوکھلا اور صدا بہ صحرا ثابت ہوا، آئندہ آنے والے پچاس ساٹھ سالوں کے اندر ہی اس کا پتہ چل گیا۔

چنانچہ اس کے جلد بعد ایک تو یہ ہوا کہ انگلستان کے چودہ نامور پادریوں نے Has The Church Failed? کہ ’’کیا چرچ ناکام ہو چکا ہے؟‘‘ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے واقعات کی روشنی میں علاوہ دیگر باتوں کے لکھا کہ:

’’**یورپ اور امریکہ کے مردوں اور عورتوں کا ایک بڑا حصہ اب عیسائی نہیں رہا ہے**۔ اور شاید یہ کہنا بھی صحیح ہوگا کہ ان کی اکثریت ایسی ہو چکی ہے کہ وہ چرچ پر اب ایمان نہیں رکھتی‘‘۔ (کتاب مذکور۔ صفحہ 125)

❁......اسی طرح ہالینڈ کے مختلف شہروں کے پانچ اخبارات نے زیر عنوان ’’اسلامی ہلال یورپ کے افق پر‘‘ یورپ میں اسلام کے نفوذ اور عیسائیت سے بیزاری کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا:

’’**یورپ کا نوجوان طبقہ عیسائیت سے بیزار ہو رہا ہے** اور اس کے نتیجے میں وہ کسی بھی دوسری چیز کو قبول کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف اسلام یورپ میں اتحاد کا عَلَم لئے ہوئے ہے اور یہ نوجوان اُدھر مائل ہو رہے ہیں۔ اس بہاؤ کو روکنے کے لئے اور اس تبلیغ کے اثرات کو تھامنے کے لئے جس کا **سب سے طاقتور انجن جماعت احمدیہ** ہے ہمیں ان کی راہ میں ایک مضبوط ستون گاڑنا ہوگا‘‘۔

دوسرے، جلد ہی مشرقی اور مغربی افریقہ کی نو آبادیات میں جہاں عیسائی مشن اپنے ہم مذہب آقاؤں کی سرپرستی میں ترقیات پر ترقیات کرتے جا رہے تھے، اب عیسائیت کی صف لپیٹی جانے لگی۔ چنانچہ احمدی مبلغین کی کامیاب تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجے میں ان نو آبادیات میں بھی اسلام کے حق میں ایک زبردست انقلاب دیکھنے میں آیا جس کے نتیجے میں عیسائی پادریوں کی ترقی کی وہ رفتار رک گئی اور ان کا یہ خیال کہ وہ جلد ہی سارے براعظم افریقہ کو عیسائی بنا لیں گے، باطل ہونے لگا۔ اس سلسلہ میں ذیل میں خود عیسائی محققین کی آراء پیش کی جاتی ہیں جن میں انہوں نے عیسائی مشنوں کی ناکامی کا کھلے بندوں اعتراف کِیا ہے۔ مثلاً:

❁......**آرچ بشپ آف ایسٹ افریقہ، دی موسٹ ریورنڈ لیزڈ بیچر تی** نے ’’ٹانگا نیکا سٹینڈرڈ‘‘ کی 23 دسمبر 1961ء کی اشاعت میں لکھا:

’’دنیا کی آبادی تیز رفتاری سے بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ چرچ کو نئے ممبر اب بھی مل رہے ہیں تاہم دنیا کی آبادی میں ان کا تناسب گر رہا ہے۔ **چرچ کے لئے اس حقیقت تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے کہ عیسائیت بڑی تیزی س کے ساتھ تنزل کی طرف جا رہی ہے**‘‘۔

❁...... پھر گولڈ کوسٹ (موجودہ نام غانا) یونیورسٹی کے پروفیسر ولیم سن (Williamson) نے اپنی کتاب ’’Christ or Muhammad‘‘ یعنی ’’مسیح کامیاب ہے یا محمدؐ‘‘ میں لکھا:

’’غانا کے شمالی حصے میں رومن کیتھولک کے سوا عیسائیوں کے تمام فرقوں نے محمدؐ کے پیروؤں کے لئے میدان خالی کر دیا ہے......یہ خوش کن توقع کہ گولڈ کوسٹ جلد ہی عیسائی ہو جائے گا، اب معرض خطر میں ہے اور یہ خطرہ ہمارے خیال کی وسعتوں سے کہیں بڑھ کر ہے کیونکہ **تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک خاصی تعداد احمدیت کی طرف کھچی چلی جا رہی ہے**۔ یقیناً یہ صورت عیسائیت کے لئے کھلا چیلنج ہے اور یہ فیصلہ ابھی باقی ہے کہ آئندہ افریقہ میں ہلال کا غلبہ ہوگا یا صلیب کا‘‘

❁......اسی طرح نائیجیریا سے نکلنے والے ایک اخبار ’’Nigerian Daily‘‘ نے اپنی 4؍جنوری 1963ء کی اشاعت میں لکھا:

’’کافی عرصہ سے محسوس کِیا جا رہا ہے کہ عیسائیت اپنی موجودہ شکل و صورت میں افریقہ کے اندر اپنی بقا کی تمام امیدیں کھوتی جا رہی ہے۔ اور اسلام کی بے نظیر ترقی عیسائی ترقی کی راہ میں ایک بہت بڑا دردِ سر بنتی جا رہی ہے۔ چرچ کے لئے اب ایک ہی راستہ کھلا ہے کہ وہ اپنی موجودہ شکل و صورت میں تبدیلی پیدا کرے۔ بصورت دیگر اسے ہر طرف سے مَوت درپیش ہے‘‘۔

عبداللہ آتھم کی مناظرہ میں شکست

❁......اِدھر برصغیر میں جہاں انگریزوں کی عملداری شروع ہونے کے ساتھ ہی یورپ کے پادری ہندوستان میں پہنچنے شروع ہو گئے تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے اس غلط عقیدہ کہ حضرت عیسیٰؑ بجسد عنصری زندہ آسمان پر موجود ہیں لہٰذا وہ (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں، کی بنا پر مسلمانوں کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا جس کے نتیجے میں ہزاروں ہزار پڑھے لکھے مسلمان اسلام چھوڑ کر عیسائیوں کی گود میں جا پڑے تھے، ان پادریوں کو اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کہہ کر پکارا کہ جس مسیح کے زندہ ہونے کو تم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر افضل ہونے کی دلیل قرار دے رہے ہو، وہ تو آج سے دو ہزار سال قبل فوت ہو کر کشمیر میں دفن ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر تم عیسائیت کو اسلام کے مقابلے میں افضل سمجھتے ہو تو میرے ساتھ مباحثہ کر لو۔ چنانچہ اس سلسلے کا پہلا معرکہ 1893ء میں امرتسر کے مقام پر ہوا جس میں عیسائیوں نے منہ کی کھائی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پادریوں کے مابین پندرہ دنوں تک ہونے والے اس مناظرہ کی تان حضرت مسیح موعودؑ کے ایک ایسے اعلان پر ٹوٹی جس نے عیسائیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ وہ اعلان حسب ذیل تھا۔ آپ نے فرمایا:

’’آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جبکہ مَیں نے بہت تضرّع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تُو اِس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں، تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ اِنہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی 15 ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی، بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے، اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی‘‘

اس کے نتیجے میں عیسائیوں کے مناظر ڈپٹی عبداللہ آتھم پر عین مجلس مناظرہ میں لرزہ طاری ہو گیا۔ اس کی زبان باہر نکل آئی اور چہرہ زرد ہو گیا۔ وہ بیٹھا ہوا تھا کہ گھبرا کر اٹھا مگر اٹھتے ہی زمین پر گر پڑا۔ اور پھر دو آدمیوں نے اس کی بغل میں ہاتھ ڈال کر اسے دوبارہ کرسی پر بٹھایا۔

یہ پہلا اثر تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کا عیسائیوں کے اُس بیباک مناظر پر ہوا۔ اس کے بعد پندرہ ماہ تک وہ جس اذیتناک صورت حال سے دوچار رہا اور پاگلوں کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگ بھاگ کر جاتا رہا، اس کی مکمل روئیداد بھی حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ’’انجام آتھم‘‘ میں پڑھی جا سکتی ہے۔ اس دوران اس کی قلم اور زبان اسلام کے خلاف ہر قسم کی بدزبانی اور ہرزہ سرائی سے رُکی رہی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اکثر روتا اور بڑبڑاتا رہتا۔ غرض اس سارے عرصہ میں پیشگوئی مذکورہ بالا کی عظمت پورے طور پر اس کے دل و دماغ پر مسلط رہی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پہلے والا عبداللہ آتھم ہی نہیں۔ اس کی یہی حالت خدا تعالیٰ کے نزدیک رجوع الی الحق کے مترادف سمجھی گئی جس کی خبر آسمان کے خدا نے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کو دے دی۔ چنانچہ وہ مَوت سے تو بچ رہا مگر عیسائیوں پر کھل گیا کہ اسلام کے اس جری پہلوان سے مقابلہ آسان نہیں۔

پادری لیفرائے کا فرار
(ولایت تک کے پادریوں کی شکست)

❁......دوسرا شخص جو اپنے زعم باطل میں ہندوستان سے مسلمانوں کی صف لپیٹنے کے لئے سامنے آیا، وہ لاہور کا بشپ جان الفرڈ لیفرائے تھا۔ یہ شخص جو عبرانی، عربی اور فارسی کے علاوہ بڑی روانی سے اردو بھی بول سکتا تھا، جب بیسویں صدی کے اوائل میں ’بشپ آف لاہور‘ کے منصب پر فائز ہو کر ہندوستان پہنچا تو اس نے آتے ہی اسلام کے خلاف لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ چنانچہ اس نے اپنے ان لیکچروں میں یسوع مسیح کی معصومیت کا کچھ ایسے انداز میں ڈھنڈھورا پیٹا کہ جن مسلمانوں نے بھی سنا، وہ لاجواب ہو کر رہ گئے۔ اپنی اس ابتدائی کامیابی کو دیکھ کر وہ اپنے ہر لیکچر میں اعلان کر دیتا کہ اس کا اگلا لیکچر فلاں موضوع پر ہوگا اور یہ کہ اس لیکچر میں مسلمان اس کے خاص طور پر مخاطب ہونگے۔ چنانچہ ایک ایسے ہی موقع پر اس نے 25؍مئی 1900ء کا دن مقرر کر کے اس میں مسلمانوں کو

خاص طور پر شریک ہونے کی دعوت دی۔ اس کو بھی کاسرِ صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آڑے ہاتھوں لیا۔ چنانچہ آپ نے اس کو لکھا کہ:

’اگر آپ واقعہ میں سنجیدہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ حق ظاہر ہو تو آپ مسلمانوں کے ساتھ اس موضوع پر پبلک مباحثہ کرنے کیلئے تیار ہو جائیں کہ یسوع مسیح اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، دونوں میں سے کونسا نبی علمی، اخلاقی، عملی، ایمانی، عرفانی اور علم لدُنّی کے اعتبار سے افضل اور برتر ہے ۔ یعنی صرف ارتکاب معصیت سے محفوظ رہنا ہی موجب فضیلت نہ قرار دیا جائے بلکہ کسبِ خیر کے نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے کہ دونوں میں سے کس نبی میں کیا کیا نیکیاں پائی جاتی تھیں اور کون کونسے اخلاقی کمالات ان سے ظہور میں آئے‘۔

آپ کے اس اشتہار کی مطبوعہ کاپیاں بشپ موصوف کے 25 مئی والے لیکچر کے دن بڑی کثرت سے لوگوں میں تقسیم کی گئیں۔ چونکہ اس نے مسلمانوں کو خاص طور پر دعوت دی تھی لہٰذا مسلمان بڑی کثرت سے اس کا یہ لیکچر سننے کیلئے آئے۔ اب وہ انتظار کرنے لگے کہ وہ (بشپ لیفرائے) اس دعوت مقابلہ کا کیا جواب دیتا ہے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ اس نے اپنے تمام لیکچر کے دوران اس اشتہار میں اٹھائے گئے نکات کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اور جب لیکچر کے اختتام پر مسلمانوں نے اسے اس پر تبصرہ کرنے کو کہا تو وہ کوئی جواب دئے۔ بغیر صرف یہ کہہ کر پنڈال سے چلا گیا کہ ان نکات کا اسے پہلی بار علم ہوا ہے۔

اس کے بعد اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ اس نے بالکل چپ سادھ لی۔ اس پر مسلمانوں نے اسے خط پر خط لکھنے شروع کر دیئے۔ مگر ان کے بار بار اکسانے اور غیرت دلانے کے باوجود اس نے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے مقابل پر آنے کی جراٴت نہ کی۔

ادھر اردو اور انگریزی اخبارات نے بھی بشپ موصوف کو آڑے ہاتھوں لیا۔ چنانچہ ذیل میں الہ آباد سے نکلنے والے ایک انگریزی اخبار کی اس سے خط و کتابت اور اس کے جواب میں اس کے پیش کردہ عذر ہائے لنگ کی کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

اخبار مذکور نے پہلے تو اسے یہ لکھا کہ:

’جس کثرت سے یہ خطوط آ رہے ہیں، اس سے مسلمانوں کی مجوزہ مباحثہ سے بے انتہا دلچسپی اور خواہش کا پتہ لگتا ہے‘۔

مگر بشپ موصوف بدستور خاموش رہا۔ پھر اخبار کے مزید غیرت دلانے پر اس نے شملہ سے 12/جون 1900ء کو اس مضمون کا ایک مراسلہ بھیجا کہ وہ (حضرت) مرزا صاحب کا یہ چیلنج اس لئے قبول نہیں کر سکتا کہ:

’مرزا صاحب (یعنی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ۔ ناقل) اپنے آپ کو مسیح کہتے ہیں اور یہ وہ مقدس نام ہے جس کی طرف ہم عیسائی اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب اس نام کو اپنے لئے استعمال کر کے اس نام کی ہتک اور ہماری دلآزاری کا موجب ہوئے ہیں۔ لہٰذا کیونکر ممکن ہے کہ مَیں ایسے شخص سے دوستانہ رنگ میں ملوں یا ان سے گفتگو کیلئے تیار ہو جاؤں‘؟

اس عذر لنگ کا معقولیت سے بعید ہونا ظاہر و باہر تھا۔ چنانچہ اخبار مذکور نے بشپ موصوف کو جو کچھ جواباً لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے:

1۔ آپ نے اس بنا پر (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ مباحثہ کرنے سے معذوری ظاہر کی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اُس نام سے پکارتے ہیں جسے عیسائی اپنا خدا سمجھتے ہیں۔ تاہم یہ وجہ انجیلی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ وہ کہتی ہے اپنے دشمن سے بھی پیار کرو۔

2۔ (حضرت) مرزا صاحب نے قطعاً اپنے آپ کو وہ مسیح قرار نہیں دیا جسے آپ اپنا ربّ یا خدا سمجھتے ہیں۔ وہ تو اپنے آپ کو ان کا مثیل کہتے ہیں اسی طرح جیسے یوحنا (یحيٰ) نبی نے کہا تھا کہ میں ایلیا نبی کا مثیل ہوں۔ اگر اس سے ایلیا نبی کی تحقیر نہیں ہوئی تو حضرت یسوع مسیح کی کیسے تحقیر ہو گئی؟

3۔ تمام مسلمان بشمول حضرت مرزا صاحب حضرت مسیحؑ کو ایک بزرگ اور سچا نبی سمجھتے ہیں۔ جبکہ کروڑ ہا لوگ دنیا میں ایسے بھی ہیں جو انہیں نبی تو کجا، ایک سچا انسان بھی نہیں سمجھتے۔ تو کیا یہ درست ہوگا کہ عیسائی ان سب سے نفرت کرنے لگ جائیں اور ان سے بات کرنا بھی گوارا نہ کریں؟۔

یہ تبصرہ اخبار مذکور کے 12/جولائی کے پرچہ میں شائع ہوا۔ اس کے جواب میں بشپ موصوف نے صرف اتنا لکھا کہ:

’مَیں اس سے قبل جو جواب دے چکا ہوں، اس میں مزید کسی قسم کی ترمیم یا اضافہ کی ضرورت نہیں سمجھتا‘۔

مگر باوجود اس کے کہ دو اَور انگریزی اخبارات، ’’دی انڈین ٹیلیگراف‘‘ اور ’’دی سپیکٹیٹر‘‘ نے بشپ لیفرائے کو نہایت غیرت دلانے والے الفاظ میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کا یہ نہایت معقولیت پر مبنی چیلنج قبول کرنے کیلئے کہا، بشپ موصوف ٹس سے مس نہ ہوا۔ تاہم اس تمام کارروائی کا ایک یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ بشپ لفرائے کو پھر کبھی پبلک میں آنے اور مسلمانوں کو یوں للکارنے کی جراٴت نہ ہوئی۔

عیسوی یلغار کے مقابل پر یہ اسلام کی اتنی بڑی فتح تھی کہ اُس وقت اسلام کا درد رکھنے والے تمام علماء اس کا اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

چنانچہ ذیل میں اس سلسلہ میں مولوی اشرف علی تھانوی کے ترجمۂ قرآن میں سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس میں عیسائیت کے اِس علمبردار کو نصیب ہونے والی اُس رسوائی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

’’اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اُٹھا کر ولایت سے چلا تھا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہوتے ہی اس نے بڑا تلاطم برپا کیا..... حضرت عیسیٰ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اُس کے خیال میں کارگر ہوا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو، دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں۔ اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ مَیں ہوں۔ پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کر لو۔ اس ترکیب سے اس نے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اسے اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی‘‘۔

(دیباچہ ترجمۂ قرآن از مولوی اشرف علی تھانوی۔ صفحہ 30۔ مرتب و ناشر مولوی نور محمد قادری نقشبندی، مالک اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ۔ کراچی)

امریکہ میں پادری ڈوئی کی ہلاکت

......تیسرا شخص جو دنیا سے اسلام کی صف لپیٹنے کا دعویدار بن کر اٹھا، وہ امریکہ کا رہنے والا جان الیگزنڈر ڈوئی نام کا ایک عیسائی پادری تھا جس نے 1900ء میں ’’ایلیا ثانی‘‘ ہونے کا دعویٰ کر کے لوگوں میں یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ خدا نے اسے یہ منادی کرنے کیلئے بھیجا ہے کہ پچیس برس کے اندر اندر یسوع مسیح آسمان سے اترنے والا ہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے ملک میں اتنی شہرت حاصل کر لی کہ آن کی آن میں ہزاروں لوگ اس کے مرید بن گئے۔ اگر وہ صرف اپنے اسی اِدّعا تک محدود رہتا تو بات اَور تھی مگر اس نے اپنی شہرت کے عروج تک پہنچنے کے ساتھ ہی یہ دعویٰ کرنا بھی شروع کر دیا کہ وہ ’’دین محمدی کو مٹانے کے لئے آیا ہے کیونکہ اس کے زعم باطل میں اسلام آج مشرق کے بڑے بڑے نظام ہائے باطل میں سے ایک ہے‘‘۔

چنانچہ اس نے شمالی امریکہ میں شکاگو کے قریب ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام ’زائن سٹی‘ (Zion City) رکھ کر اعلان کیا کہ:

’’میرا کام یہ ہے کہ مَیں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں، یہانتک کہ وہ دن آ جائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹایا جائے‘‘۔

پھر جوں جوں اس کی شہرت بڑھتی چلی گئی، اسلام سے اس کی عداوت اور نفرت بھی ترقی کرتی چلی گئی اور وہ زیادہ سے زیادہ شدید لفظوں میں اپنے بغض و عناد کا اظہار کرتا چلا گیا، یہانتک کہ اس نے اپنے اخبار ’لیوز آف ہیلنگ‘ (Leaves of Healing) کے 19/ دسمبر 1903ء کے پرچہ میں لکھا:

’’مَیں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جاوے۔ اے خدا! تُو ایسا ہی کر۔ اے خدا! اسلام کو ہلاک کر دے‘‘۔

اس کے ان اخبارات کے اوراق کسی نہ کسی طرح ہندوستان میں بھی پہنچ گئے۔ چنانچہ جب ان کا علم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہوا تو آپ کو بڑا دکھ پہنچا۔ آپ نے دیکھا کہ تثلیث کے پھیلانے اور اسلام کو نابود کرنے کا جس قسم کا جوش اس کے اندر پایا جاتا ہے، ایسا جوش ان صدہا کتب میں بھی نہیں جو یورپ اور ہندوستان کے پادریوں نے لکھیں۔ پھر سب سے زیادہ دکھ دینے والی بات یہ تھی کہ اس شخص نے حضرت سید الانبیاء، اصدق الصادقین اور خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب اور مفتری کے خطابات دے کر آپ کی پاک اور مطہر ذات کو اپنی خباثت اور فحش کلمات کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب اس کی شوخی انتہا تک پہنچ گئی تو مَیں نے انگریزی میں ایک چٹھی اُس کی طرف روانہ کی اور اسے مباہلہ کیلئے دعوت دی تا خدا تعالیٰ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے، اُس کو سچے کی زندگی میں ہلاک کر دے۔

آپ نے اِس جھوٹے مدعی نبوت کے نام اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ جس مسیح کے دوبارہ آنے کے بارے میں تم دنیا میں یہ اعلان کر رہے ہو کہ وہ اب جلد آسمان سے نازل ہونے والا ہے، وہ تو آج سے دو ہزار سال قبل فوت ہو کر سرینگر، کشمیر، محلّہ خانیار میں دفن ہوا پڑا ہے۔ البتہ خدا نے اس کی آمد ثانی کو میرے وجود میں پورا کیا ہے۔ چنانچہ مَیں خدا کی طرف سے مسیح موعود بنا کر بھیجا گیا ہوں تا کہ مَیں اسلام کی عظمت کو دنیا میں قائم کروں۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ خدا نے میرے سپرد تو دین اسلام کی سربلندی کا کام کیا ہو اور تمہیں اُسے مٹانے کیلئے بھیجا ہو۔ پس اگر تُو اپنے آپ کو سچا سمجھتا ہے، تو تمہیں سارے مسلمانوں کو ختم کرنے کی ضرورت نہیں، تم ایک جماعت کے لیڈر ہو اور میرے بھی یہاں بہت سے پیرو ہیں۔ پس اس بات کا فیصلہ کہ خدا کی طرف سے کون ہے، اس طرح ہو سکتا ہے کہ تُو میرے ساتھ مباہلہ کر لے، یعنی ہم دونوں اپنی اپنی جگہ خدا سے دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے، وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے۔

اس مضمون کی لکھی جانے والی دو چٹھیاں اُسے بھیجنے کے علاوہ آپ نے امریکہ کے بعض نامی اخباروں کو بھی اس کی نقول بھجوا دیں۔

چنانچہ آپ نے اپنی کتاب ’’حقیقة الوحی‘‘ میں کم از کم 32 ایسی اخبارات کے نام درج فرمائے ہیں جنہوں نے مجمل یا مفصل طور پر آپ کی ڈوئی کو دی جانے والی دعوت مباہلہ کا ذکر کیا۔ نیز فرمایا کہ یہ تو وہ اخبار ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں۔ اس کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں اخباروں میں یہ ذکر ہوا ہوگا۔

اب امریکہ کے لوگ بھی اور اخبارات بھی اس انتظار میں تھے کہ دیکھتے ہیں، ڈوئی اس چیلنج کا کیا جواب دیتا ہے۔ مگر جب اس بات پر کچھ عرصہ گزر گیا اور ڈوئی کے اندر اخباری تبصروں سے نہ کوئی حرکت پیدا ہوئی، اور نہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چٹھیوں کا کوئی جواب دیا تو آپ نے اپنا وہی مضمونِ مباہلہ بعض اہم اضافوں کے ساتھ امریکہ اور یورپ کے اخبارات میں دوبارہ ارسال فرمایا جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ:

’’آج تک ڈوئی نے میری درخواستِ مباہلہ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے مَیں آج کی تاریخ سے جو 23/ اگست 1903ء ہے، اسے پورے سات ماہ کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر وہ اِس مدت میں میرے مقابلہ پر آ گیا تو جلد تر دنیا دیکھ لے گی کہ اس مقابلہ کا کیا انجام ہوگا۔ مَیں عمر میں ستّر برس کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے، پچاس برس کا جوان ہے۔ لیکن مَیں نے اپنی بڑی عمر کی کچھ پرواہ نہیں کی کیونکہ اِس مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا بلکہ خدا جو احکم الحاکمین ہے، وہ اس کا فیصلہ کرے گا‘‘۔

آپ کے اس خط کا بھی امریکہ کے اخبارات میں خوب خوب چرچا ہوا۔

ڈوئی نے جب دیکھا کہ اس کے لئے اب کوئی راہ فرار باقی نہیں رہا اور اس کا یوں خاموش رہنا بھی اس کی ذلت اور رسوائی کا موجب بن رہا ہے، تو چار و ناچار وہ کچھ نہ کچھ کہنے پر مجبور ہو گیا۔ چنانچہ پہلے تو اس نے اپنے اخبار مورخہ 26/ دسمبر 1903ء میں نہایت متکبرانہ اور حقارت آمیز لہجے میں یوں ہرزہ سرائی کی:

’’لوگ مجھے بعض اوقات کہتے ہیں کہ تم فلاں بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ جواب! کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَیں ان کیڑوں مکوڑوں کا جواب دوں گا کہ اگر اپنا پاؤں ان پر رکھوں، تو ایک دم میں انہیں کچل ڈالوں‘‘۔

پھر 27/دسمبر 1903ء کے پرچہ میں اس سے بھی زیادہ بیباکی اور شوخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے تحریر کیا:

’’ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔......... اور بہتان لگاتا ہے کہ مسیح ہندوستان میں فوت ہوئے۔ حالانکہ خداوند مسیح تو بیت عنیاہ کے مقام پر آسمان پر اٹھائے گئے تھے، جہاں پر وہ اپنے سماوی جسم کے ساتھ موجود ہیں‘‘۔

اس طرح ڈوئی نے اگرچہ مباہلہ کو اس کی اصل صورت میں تو قبول نہ کیا، مگر بالواسطہ طور پر وہ خدا کے مامور کے مقابل پر میدان مبارزت میں آ گیا۔ چنانچہ آسمان کے فرشتے اسے کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگے۔

اس کی پہلی تقریب تو یہ پیدا ہوئی کہ اخبار ’’نیویارک ورلڈ‘‘ نے اس کے باپ جان مرے ڈوئی کی اس کے ساتھ کی گئی

وہ خط وکتابت شائع کر دی جس میں اس نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اس پر ولدالحرام ہونے کا الزام لگایا تھا۔ ڈوئی اس کا دفاع نہ کر سکا۔ بلکہ اسے 25 ستمبر 1904ء کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ وہ ڈوئی کا بیٹا نہیں ہے، لہٰذا اس کے نام کے ساتھ آئندہ ’’ڈوئی‘‘ کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ اس سے صورت حال مزید خراب ہوگئی اور لوگ اسے پہلے سے بھی زیادہ حقارت اور نفرت کی نظروں سے دیکھنے لگے۔

(رسالہ ’’انڈی پنڈنٹ‘‘۔ مورخہ 19 اپریل 1906ء)

ڈوئی کا اپنی ناجائز ولادت کے متعلق اتنا بیباکانہ اعتراف نہ صرف اس کی اخلاقی مَوت ثابت ہوا، بلکہ وہ اپنی رہی سہی عزت اور قدر و منزلت کو بھی اپنے متبعین کی نظروں میں کھو بیٹھا۔ مگر ابھی اس کی قسمت میں اس سے بھی زیادہ ذلت اور رسوائی لکھی ہوئی تھی اور خدا کی قہری تقدیر کے نوشتے بڑی تیزی کے ساتھ اسے اسکے مقدر انجام کی طرف لاتے چلے جا رہے تھے۔ اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ اس نے اپنی کھوئی ہوئی ساکھ کو بحال کرنے کی غرض سے ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا۔ مگر یہی جلسہ اس کی مٹتی ہوئی شہرت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا۔ چنانچہ جو منظر اُس وقت دیکھنے میں آیا، اس کی تصویر کشی ایک سوانح نگار نے حسب ذیل الفاظ میں کی ہے:

’’ڈوئی اپنا لباس فاخرہ زیب تن کر کے ہال میں داخل ہوا اور اپنی مخصوص شاہانہ نشست پر جا بیٹھا۔ تمام سامعین کی نظریں اُس کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ چنانچہ اس نے اپنا خطاب شروع کیا۔ اس روز وہ اپنی فصاحت کے عروج پر تھا۔ وعظ کے بعد ’عشائے ربانی‘ کی تقریب تھی۔ وہ بھی ختم ہوئی۔ اب ڈوئی کو صرف چند اختتامی الفاظ کہہ کر اس تقریب کو ختم کرنا تھا۔ وہ یہ الفاظ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک اس نے اپنا دایاں بازو زور سے جھٹکا، جیسے کوئی گندہ کیڑا اُسے چمٹ گیا ہو۔ پھر وہ اپنے ہاتھ کو زور زور سے کرسی کے بازو پر مارنے لگا۔ لوگ اس کی یہ غیر معمولی حرکت دیکھ کر حیران سے ہو گئے۔ اِدھر ڈوئی کا رنگ اچانک زرد پڑنے لگا۔ وہ گرنے ہی والا تھا کہ اس کے دو مرید اسے سہارا دے کر گھسیٹتے ہوئے ہال سے باہر لے گئے‘‘

اب ڈوئی خدا کی قہری تجلی کا نشانہ بن چکا تھا اور یہ قہری تجلی اس پر فالج کی صورت میں گری تھی۔ ابھی وہ اس سے جانبر نہ ہوا تھا کہ 19 دسمبر 1905ء کو اس پر دوسری بار فالج کا حملہ ہوا جس کے نتیجے میں اس کی رہی سہی طاقت بھی جواب دے گئی۔ اس کی اس حالت کے پیش نظر ڈاکٹروں نے اسے کسی گرم علاقے میں جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ پہلے اسے میکسیکو لے جایا گیا مگر جب وہاں بھی اسے آرام نہ آیا تو اسے جزیرہ جمائیکا لے جایا گیا۔

ادھر جونہی ڈوئی نے ’زائن سٹی‘ سے باہر قدم رکھا، اس کی اندرون خانہ سیاہ کاریوں پر سے پردہ اٹھنے لگا۔ ایک تو وہ پرلے درجے کا شرابی نکلا۔ حالانکہ وہ اپنے مریدوں کو شراب نوشی سے منع کرتا تھا اور اس کے شہر میں بسنے کیلئے ایک شرط شراب سے قطعی طور پر پرہیز بھی تھی۔ پھر اس کے کئی لڑکیوں سے ناجائز تعلقات ثابت ہوئے، جنہیں وہ بڑی بڑی رقمیں بطور معاوضہ دیا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں مالی حسابات میں بھی وہ کئی قسم کی بدعنوانیوں کا مرتکب پایا گیا اور لاکھوں کا غبن اس کے لین دین میں ثابت ہوا۔

ان جملہ انکشافات کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود اس کے اپنے مرید اس سے سخت بدظن اور متنفر ہو گئے۔ چنانچہ جن لوگوں کو وہ اپنے کاروبار کے انتظام و انصرام کیلئے بطور نائبین پیچھے چھوڑ گیا تھا، انہوں نے اسے ٹیلیگرام دیا کہ تمہاری قیادت ختم ہوتی ہے اور تمہاری جگہ والوا (ڈوئی کا ایک معتمد رفیق کار۔ ناقل) کو مقرر کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی اسے وارننگ دی گئی کہ اگر تو نے اس انتظام میں مداخلت کی تو تمہاری سب اندرونی سیاہ کاریوں اور بدعنوانیوں کا پردہ چاک کر دیا جائے گا۔

ڈوئی کے دن اب گنے جا چکے تھے۔ اس کی بیوی اور اس کا لڑکا تو پہلے ہی اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ اب اس کے مرید بھی اس سے متنفر ہو گئے تھے۔ جو باقی رہ گئے تھے، وہ اس کے صیحون سے باہر قدم رکھنے کے ساتھ ہی اس سے الگ ہوگئے۔ چنانچہ جب وہ کچھ عرصہ کے بعد اپنے ہی بسائے ہوئے شہر میں واپس لوٹا تو اس کے استقبال کیلئے کوئی بھی موجود نہ تھا۔ واپس پہنچ کر اب وہ کلیۃً چند ایک تنخواہ دار سیاہ فام ملازموں کے رحم و کرم پر تھا۔ چنانچہ اس حالت میں کئی ماہ تک مبتلا رہنے کے بعد بالآخر وہ، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارے میں پیشگوئی فرمائی تھی، بڑی حسرت، دکھ اور نامرادی کے ساتھ 9 مارچ 1907ء کو اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

غلامانِ مسیح ناصری کے مقابلہ پر مسیح محمدیؐ کے غلاموں کی برتری

برصغیر کے اندر اور پھر امریکہ میں اسلام کی تائید میں ظاہر ہونے والے ان زبردست واقعات کے بعد عیسائی پادریوں کو مسلمانوں کے خلاف یوں پبلک میں آنے اور انہیں للکارنے کی جرأت تو نہ ہوئی۔ تاہم انہوں نے اب اپنا طریقۂ واردات بدل لیا۔ اور یہ سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد سے اب تک چلا آتا ہے۔ لیکن جہاں ایسے موقعوں پر اہل اسلام کے بڑے بڑے علماء ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے ہیں، وہاں حضرت مسیح محمدی کے غلام ہی ان پادریوں کا ناطقہ بند کرنے کی توفیق پاتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح جب عیسائیوں کے ایک بہت بڑے اجتماع کے موقع پر ایک عیسائی پادری نے قرآن کریم کے رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی دوسرے تمام انبیاء پر فضیلت بیان کر کے مسلمانوں کو اس کا جواب دینے کے لئے پکارا تو صرف مسیح محمدی کے ایک غلام کو اس پادری کا منہ بند کرنے اور یوں اسلام کی لاج رکھنے کی توفیق حاصل ہوئی۔

اس معرکہ کی روئیداد جیسا کہ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ نے بیان فرمائی ہے، حسب ذیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’1909ء کی بات ہے کہ خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ وارضاہ کے ارشاد کے ماتحت لاہور میں مقیم تھا۔ ان دنوں لاہور میں گاہے گاہے مختلف مذاہب کی طرف سے جلسے کئے جاتے جن میں اشتہارات کے ذریعہ دیگر اہلِ مذاہب کو بلایا جاتا۔ دوسرے اسلامی فرقوں کے علماء میں سے تو بہت کم اس طرف توجہ کرتے لیکن ہم احمدی جب بھی عیسائیوں یا آریوں کی طرف سے دعوت دی جاتی، ان جلسوں اور مناظروں میں شمولیت اختیار کرتے۔ 1909ء میں مَیں ابھی نیا نیا لاہور پہنچا تھا کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک بڑا پوسٹر شائع کیا گیا جس میں ایک مرتد عیسائی غلام مسیح (اس کا پہلا نام غلام محمد تھا) نے مسلمانوں کو بحث کے لئے چیلنج دیا تھا اور لکھا تھا کہ وہ قرآن کریم کے ذریعہ حضرت مسیح علیہ السلام کی فضیلت تمام انبیاء پر ثابت کرے گا اور مسلمانوں کو یہ بھی بتایا جائے گا کہ وہ غلام محمد سے غلام مسیح کیسے بنا‘‘۔

فرماتے ہیں، اس جلسہ کا انتظام نیلا گنبد (لاہور) کے پاس ایک بہت بڑے ہال میں کیا گیا تھا۔ اس کی بہت بڑے پیمانے پر تشہیر کی گئی اور مسلمانوں کو چیلنج دیا گیا کہ اگر ان کا کوئی عالم ہمارے پادری صاحب کی تقریر کے بعد اس کے فضیلتِ مسیح پر دیئے گئے دلائل کا جواب دینا چاہے تو اسے اجازت ہوگی۔ چنانچہ اس مذہبی دنگل کو دیکھنے کے لئے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بھی اپنے علماء کو لے کر پہنچی ہوئی تھی۔ اس لیکچر کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی صدارت لاہور کے بڑے بشپ نے کی جس کے ساتھ دیگر بہت سے انگریز پادری بھی دائیں بائیں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ گویا دجال کا پورا لشکر یہ نظارہ دیکھنے کے لئے بنفس نفیس وہاں موجود تھا۔ آگے فرماتے ہیں:

’’پادری غلام مسیح نے تقریر شروع کرتے ہوئے تمہید میں کہا کہ مَیں فضیلتِ مسیح بر ہمہ انبیاء از روئے قرآن بیان کروں گا۔ جو علماء اسلام میرے لیکچر کی تردید میں کچھ کہیں وہ اس بات کی پابندی کریں کہ تردید از روئے قرآن ہو۔ جو حوالہ یا آیت وہ قرآن کریم کے علاوہ پیش کریں گے، وہ قابلِ قبول نہ ہوگی‘‘

پادری مذکور نے اپنی تقریر میں فضیلتِ مسیحؑ از روئے قرآن کے ثبوت میں جو دلائل دیئے، ان کا خلاصہ حسب ذیل تھا:

(1) مسیحؑ کے سوا کوئی اَور نبی بن باپ پیدا نہیں ہوا۔ یہ فضیلت صرف مسیحؑ کو حاصل ہے۔ بے شک آدمؑ کی پیدائش بھی بن باپ ہوئی مگر عَصىٰٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى کے رُو سے وہ گنہگار اور گمراہ ثابت ہوتے ہیں، لہٰذا ان کا مقابلہ معصوم مسیحؑ سے نہیں کیا جا سکتا۔

(2) مسیح کو قرآن میں غُلٰمًا زَكِيًّا کہا گیا ہے یعنی پاک اور زکی بچہ۔ یہ خصوصیت بھی کسی اَور نبی کے حق میں بیان نہیں کی گئی۔

(3) تمام انبیاء میں سے صرف مسیحؑ کی والدہ کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے اور کسی نبی کی والدہ کا ذکر قرآن میں نہیں۔

(4) مسیح کو اللہ تعالیٰ نے خود توریت، انجیل اور کتاب سکھائی (اس تعلق میں پادری غلام مسیح کا اشارہ سورۃ آلِ عمران کی آیت 49 کی طرف تھا جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔)

(5) مسیح کو قرآن کریم میں کَلِمَۃُ اللہ کا خطاب دیا گیا ہے۔ یہ خطاب بھی مسیحؑ کے سوا کسی اَور نبی کو نہیں دیا گیا۔

فرماتے ہیں، پادری موصوف کی اس تقریر کا جواب دینے کے لئے جو علماء اسلام سٹیج پر آئے، انہوں نے اپنے دلائل قرآن کریم سے دینے کی بجائے توریت اور انجیل کی عبارات پڑھ پڑھ کر اپنا وقت ختم کیا۔ ان علماء میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری جیسے جبّہ پوش مولوی بھی تھے اور یہ وہ تھے جن کی ساری عمر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں گزری مگر اسلام سے مرتد ہونے والے ایک پادری کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ ان کے علاوہ مولوی محمد ابراہیم صاحب وکیل لاہور اور دیگر نامور علماء اہل اسلام نے بھی پادری موصوف کے دلائل توڑنے میں اپنا سارا زور صرف کر دیا مگر ان کی ہر تقریر کے بعد پادری غلام مسیح اٹھ کر کہہ دیتا کہ میری مطلوبہ شرط کے مطابق جواب نہیں آیا۔ چنانچہ اس نے بار بار اٹھ کر علماءِ اسلام کی اس کمزوری کو واضح کیا اور اپنے دلائل کی برتری ثابت کرتے ہوئے ہر بار یہ نعرہ لگایا کہ علماء کے میرے دلائل کو توڑ نہ سکنے سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی رو سے مسیحؑ کی فضیلت سب انبیاء پر ثابت ہے۔ اس سے اہلِ اسلام کی بہت خفّت ہوئی۔ اُدھر عیسائی تھے کہ فخر اور خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ جو اس جلسہ میں بعض دیگر احمدی احباب کے ہمراہ سٹیج کے قریب ہی بیٹھے تھے (آپ کی عمر اس وقت بمشکل 29۔30 سال کی ہوگی یعنی آپ عمر کے لحاظ سے مذکورہ بالا علماء میں سب سے چھوٹے تھے) فرماتے ہیں کہ اچانک صدر مجلس نے میرا نام پکارا۔ آپ حیران ہوئے کہ میرا نام کس نے پیش کیا ہے۔ مگر فرماتے ہیں کہ میرے مکرم دوست خدا بخش صاحب (مرحوم و مغفور) نے جو قریب ہی بیٹھے تھے، میرا نام خود ہی لکھ کر بھجوا دیا تھا۔ اب جونہی آپ خدا کا نام لے کر اٹھے تو ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔ ایک تو آپ عمر کے لحاظ سے دیگر سب علماء سے چھوٹے تھے، دوسرے آپ نہ جُبّہ پوش تھے نہ کسی اَور قسم کا فاخرہ لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ لہٰذا انہیں سٹیج کی طرف آتا دیکھ کر مسلمانوں کے اندر زبردست بے چینی پیدا ہوئی۔ چنانچہ آپ جونہی سٹیج کی طرف بڑھے تو بہت سے غیر احمدی علماء آپ کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے اور بڑی حقارت سے کہنے لگے کہ تم نے سٹیج پر جا کر کیا بولنا ہے؟ اپنا وقت ہمیں دے دو۔ آپ نے ان سے کہا کہ دوسرے علماء جو اَب تک بولتے رہے ہیں وہ آپ سے بڑے اور علم میں بھی آپ سے بڑھ کر تھے، انہوں نے کیا کر لیا ہے جو آپ کر سکیں گے۔ اب یہاں ایک لطیفہ ہو گیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’جس وقت اُن علماء کے ساتھ میری تکرار ہو رہی تھی تو صاحب صدر نے خیال کیا کہ اس شخص کا بولنا ہمارے لئے اَور بھی مفید ہوگا۔ چنانچہ اس نے اونچی آواز سے دوبارہ میرا نام پکارا اور سٹیج پر بلایا۔ مَیں جب سٹیج پر کھڑا ہوا تو میری وضع اور لباس دیکھ کر لوگوں نے مجھے جُبّہ پوش علماء کے مقابل پر بہت ہی حقیر خیال کیا اور سمجھا کہ اس آخری تقریر سے اسلام کی اَور بھی رسوائی ہوگی اور بہت سے مسلمان مرتد ہو جائیں گے‘‘۔

مگر خدا کو یہی منظور تھا کہ اِس موقع پر اُس کے مامور مسیح محمدیؐ کے ایک غلام کے ذریعہ اسلام کی برتری ظاہر ہو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں نے سب سے پہلے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور پھر پادری غلام مسیح کی ایک ایک دلیل کو لے کر جواب دینے لگا۔ آپ کے جوابات اتنے مدلّل، مضبوط اور غلام مسیح کے پیش کردہ معیار کے عین مطابق تھے کہ جونہی آپ ایک دلیل ختم کرتے، ہال جس میں اکثریت مسلمانوں کی تھی، خوشی کے نعروں سے گونج اٹھتا۔

ذیل میں آپ کے جوابات کا خلاصہ درج کِیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

پہلی دلیل پادری غلام مسیح نے فضیلتِ مسیحؑ کے حق میں یہ دی ہے کہ وہ بغیر باپ پیدا ہوئے تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ:

اوّل: قرآن کریم نے بغیر باپ پیدائش کو کہیں بھی وجہ فضیلت قرار نہیں دیا۔ اگر ہے تو قرآن کریم سے اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

دوم: جو امر باعثِ فضیلت ہوتا ہے، وہ مقامِ مذمت نہیں ہو سکتا۔ مگر قرآن کریم بتاتا ہے کہ حضرت مریمؑ کو اس کی وجہ سے موردِ سبّ و شتم ٹھہرایا گیا، جیسا کہ فرماتا ہے وَ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا۔ پس یہ کیا فضیلت ہوئی کہ پیدا ہوتے ہی ماں بیٹا دونوں لوگوں کے نزدیک باعثِ مذمت بن گئے۔

سوم: حضرت مسیحؑ کو بن باپ پیدا ہونے میں حضرت آدم علیہ السلام کا مثیل قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا: اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ۔ اس مماثلت میں حضرت آدمؑ کا پلہ بھاری نکلتا ہے کیونکہ ایک تو وہ بغیر ماں اور باپ پیدا ہوئے (یعنی خلق کئے گئے)، دوسرے ان پر

اس وجہ سے کوئی الزام نہیں لگا۔
چہارم: پادری صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت آدمؑ فَعَصٰىٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى کے رُو سے گنہگار اور گمراہ ٹھہرے، اس لئے غلط ہے کہ قرآن کریم نے ہی دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا یعنی حضرت آدمؑ سے بھول ہوئی، اس میں ان کا ارادہ شامل نہیں تھا۔ دوسرے ان کی شان یہ ہے کہ ان کے بارے میں قرآن کریم میں لکھا ہے کہ فرشتوں کو کہا گیا کہ انہیں سجدہ کرو اور انہوں نے سجدہ کیا۔ لیکن مسیح معصوم ہو کر بھی اس علوّ مرتبت کو نہ پہنچ سکا بلکہ انجیل کی رو سے چالیس دن تک شیطان ان کے پیچھے پڑا رہا کہ وہ اسے سجدہ کریں۔ پس پادری صاحب خود موازنہ کرلیں کہ وہ ہستی افضل ہے جسے فرشتے سجدہ کریں یا وہ جس کو شیطان کہے کہ مجھے سجدہ کر۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ قرآن کریم کی رو سے آدم گنہگار ہے تو قرآن کریم نے ہی حضرت مسیحؑ کو حضرت آدمؑ کا مثیل قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا: اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ اس لئے اگر آدم گناہگار ہے تو مسیحؑ بھی گنہگار ہے۔

جونہی آپ نے اپنا جواب ختم کیا، حاضرین نے جن کی اکثریت اہل اسلام پر مشتمل تھی، ایک فلک شگاف نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

آگے فرمایا، دوسری دلیل پادری صاحب نے فضیلتِ مسیح کے حق میں یہ دی ہے کہ مسیح کی روح القدس سے تائید کی گئی جو کسی اَور نبی کے متعلق ثابت نہیں تو جواباً عرض ہے کہ:

اوّل: حضرت مسیحؑ کو تو روح القدس کی تائید حاصل ہوئی جو ایک فرشتہ تھا مگر حضرت آدمؑ کے اندر خود اللہ کی روح پھونکی گئی، جیسا کہ فرمایا: فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔ یعنی جب مَیں اسے بنالوں اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اسے سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ۔

اور پھر ان کے اندر خدا کی روح پھونکے جانے کی وجہ سے ہی فرشتوں کو حکم ہوا کہ ان کو سجدہ کریں اور سجدہ کرنے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ سارے کے سارے آپ کی تائید پر کمربستہ ہو جائیں۔ غرض حضرت مسیح ناصری کو تو صرف ایک فرشتہ کی تائید حاصل تھی مگر حضرت آدمؑ کو سب فرشتوں کی تائید حاصل ہوئی۔ اس اعتبار سے حضرت آدمؑ حضرت مسیحؑ سے افضل ٹھہرے۔

دوم: اگر رُوح القدس (جو ایک فرشتہ ہے) کی تائید حاصل ہونا باعثِ فضیلت ہے تو پادری صاحب صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہیں گے جن کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ انہیں رُوحٌ مِّنَ اللّٰهِ کی تائید حاصل تھی، جیسا کہ آیت اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ سے ظاہر ہے۔ پھر وہ وجہ فضیلت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو حاصل ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبِ فضیلت ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت کرتی ہے کیونکہ تابع کو جو کمال حاصل ہوتا ہے وہ متبوع کے کمال کی بدولت ہی ہوتا ہے۔

تیسری دلیل پادری صاحب نے حضرت مسیح کی وجہ فضیلت کی یہ بیان کی تھی کہ انہیں قرآن کریم میں ''غُلَامًا زَکِیًّا'' یعنی ''پاک لڑکا'' ہونے کا خطاب دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ قرآن کریم ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''مُزَکّی''، یعنی ''پاک کرنے والے'' کا خطاب دیتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر آپؐ کے بارے میں یُزَکِّیْهِمْ (وہ پاک کرتا ہے) کے الفاظ آئے ہیں۔ اب پادری صاحب خود غور فرمالیں کہ وہ افضل ہوتا ہے جو خود پاک ہو یا وہ جس کی صحبت اور قوت قدسیہ سے دوسرے لوگ پاک اور مطہر بنیں۔

یہاں آپ نے دلیل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دراصل حضرت مسیح کے بارے میں ''زَکِیًّا'' کا لفظ خاص طور پر اس لئے آیا ہے کہ حضرت مریمؑ پر حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے بارے میں جو الزام عائد کیا گیا تھا (وَعَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا) اس الزام کی تردید ضروری تھی، ورنہ ہر نبی ہی بچپن میں اور جوانی میں زکی اور پاک ہوتا ہے۔

چوتھی دلیل حضرت مسیح کی فضیلت کی پادری صاحب کے نزدیک یہ تھی کہ آپ کی والدہ کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اس کے بارے میں آپ نے ایک تو یہ فرمایا کہ اگر پادری صاحب کے اس معیار کو تسلیم کیا جائے تو کیا وہ سارے لوگ اور دشمنانِ انبیاء جن کے نام قرآن کریم میں آتے ہیں، فضیلت مآب سمجھے جائیں گے۔

دوسرے، قرآن کریم کا ایک مقصد اُن قصص اور واقعات کی حقیقت بیان کرنا ہے جن کے بارے میں صُحُفِ سابقہ کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے۔ چونکہ حضرت مریمؑ اور ابن مریمؑ کے بارے میں یہود اور نصاریٰ میں بہت اختلاف پائے جاتے تھے، اس لئے ان کا نام لے کر اصل حقیقت واضح کی گئی۔ دیگر انبیاء کی اُمّہات کا نام لینے کی اس لئے ضرورت نہ تھی کہ ان کے بارے میں اس قسم کا کوئی اختلاف سابقہ صحیفوں میں نہیں پایا جاتا۔

حضرت مسیحؑ کے حق میں دی گئی پادری موصوف کی پانچویں دلیل کہ انہیں قرآن کریم کے رو سے کتاب اور حکمت نیز توریت اور انجیل سکھائی گئی، کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ:

اوّل: حضرت مسیحؑ کو جو تعلیم اور حکمت سکھائی گئی وہ مختص القوم اور مختص الزمان تھی کیونکہ قرآن کریم کے نزدیک آپ صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، جیسا کہ فرمایا: وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تعلیم دی گئی یعنی قرآن مجید، وہ عالمگیر تھی کیونکہ آپ ''رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ'' تھے۔ پس وہ نبی جسے ایک جامع اور عالمگیر تعلیم سکھائی گئی، اس سے زیادہ افضل ٹھہرا جسے صرف ایک قوم کی طرف بھیجا گیا۔

دوم: حضرت مسیحؑ کے بارے میں تو یہ آتا ہے کہ انہیں کتاب (توریت) اور حکمت سکھائی گئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ دوسروں کو کتاب اور حکمت سکھانے والے تھے جیسا کہ فرمایا، وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ۔ ظاہر ہے کہ سکھانے والا یعنی (مُعَلِّمْ)، سیکھنے والے کی نسبت زیادہ بہتر اور افضل ہوتا ہے۔

فضیلتِ مسیحؑ کے بارے میں دی گئی پادری صاحب کی چھٹی دلیل کہ انہیں قرآن کریم میں کَلِمَةُ اللّٰه کہا گیا ہے، کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگر مسیحؑ کو کَلِمَةُ اللّٰه ہونے کی وجہ سے کوئی خصوصیت حاصل ہے تو ان کی اس خصوصیت میں کائنات کا ہر ذرہ شریک ہے۔ کیونکہ فرمایا: لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ۔ غرض قرآن کریم کے نزدیک کائنات کی ہر شئے کَلِمَةُ اللّٰه ہے۔ پس یہ کوئی وجہ فضیلت نہیں۔

آپ کے ہر جواب پر اہل اسلام جو پہلے ہی تحسین و آفرین کے نعروں سے آپ کو داد دے رہے تھے، آپ کے تقریر ختم کرنے پر باہر نکل آئے اور پچاس ساٹھ جوشیلے مسلمان نوجوانوں نے آپ کو کندھوں پر اٹھا لیا اور بار بار جَزَاکُمُ اللّٰه، جَزَاکُمُ اللّٰه کہنے لگے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ احمدی ہیں تو سب کہنے لگے کہ آخر احمدی بھی تو ہمارے بھائی ہیں۔ ان کے جوابات نے تو آج اسلام کی لاج رکھ لی ہے۔

ادھر حضرت مسیح محمدی کے اس غلام کے جواب میں پادری غلام مسیح تردیداً تو کچھ نہ کہہ سکا، صرف اتنا کہا کہ اس مُجیب نے اَور رنگ میں جوابات دیئے ہیں۔ گویا خدا نے اس مرتد کو بالکل لاجواب کر دیا اور اس طرح پر خدا کے مامور کی یہ پیشگوئی بڑے جلال سے پوری ہوئی کہ:

''میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے''

(باقی آئندہ)

بقیہ: کیپٹن ڈگلس کے نواسے کی حضور انور سے ملاقات از صفحہ نمبر 13

ملتا۔ ایک روز خاکسار انہیں تلاش کرتا ان کے گھر کے دروازے پر پہنچا۔ یوں پہلی مرتبہ انہیں اس تلاش کا پس منظر بتانے کا موقعہ ملا۔ ان کے لئے یہ ساری تفصیلات بہت حیرت کا موجب تھیں۔ وہ بہت محبت سے ملے اور جماعت سے متعلق بہت تفصیل سے تعارف حاصل کرتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے گریز کا اعتراف کیا مگر جب اپنے گریز کی وجہ بتائی تو بہت ہی دلچسپ اور ایمان افروز تھی۔

انہوں نے بتایا کہ انہوں نے اپنی والدہ سے سن رکھا تھا کہ کرنل ڈگلس قتل اور اقدام قتل کے مقدمات میں بکثرت سزائے موت سنایا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات سزائے موت پانے والوں کے پسماندگان کرنل ڈگلس کو بدلہ لینے کی دھمکیاں بھی دیا کرتے تھے۔ کہنے لگے کہ جب میں نے سنا کہ آپ میرے نانا سے متعلق بات کرنا چاہتے ہیں تو مجھے خیال گزرا کہ کہیں کسی سزا یافتہ کے لواحقین میں سے کوئی انتقام لینے کے لئے نہ ڈھونڈ رہا ہو۔ مگر مجھے آپ سے مل کر اور آپ کی جماعت سے متعلق معلومات حاصل کر کے بہت خوشی ہوئی ہے۔

یہاں ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ ایسا جج جو قتل اور اقدام قتل کے مقدمات میں سزائے موت دینے میں مشہور ہو، اس کی طرف سے ملنے والی بریت اور بھی اہمیت کی حامل ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ان کے ساتھ رابطہ رہا اور جماعت احمدیہ سے متعلق مزید معلومات بھی دی جاتی رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ سے ملاقات

جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی جانشینی خلافت کی شکل میں جاری ہے، تو انہیں شوق پیدا ہوا کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت میں ان کی درخواست پہنچائی گئی جو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت منظور فرمائی۔

ملاقات کے روز جناب Christopher کو پہلے ''مخزن تصاویر'' میں لگی جماعتی تاریخ پر مبنی تصویری نمائش دکھائی گئی۔ آغاز میں ہی حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ''میں نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے۔ لازماً میں کہیں انہیں ملا ہوں۔ مجھے پورے یقین کے ساتھ محسوس ہو رہا ہے کہ میں انہیں پہلی مرتبہ نہیں مل رہا۔ یہ چہرہ میرے ذہن کے کسی گوشہ میں نقش ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے ان کو اس قدر قریب سے دیکھا ہے کہ ان کے عمامہ کا ہر بل بھی دیکھا بھالا لگ رہا ہے۔''

بہت دیر تک ایک جذباتی کیفیت میں حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر کو دیکھتے رہے۔ پھر کہنے لگے کہ میں تصویر بنا سکتا تو مَیں اپنے حافظے سے اس چہرے کی تصویر بنا کر دکھاتا۔

اس پر خاکسار نے انہیں بتایا کہ ان کے نانا نے بھی اس سے ملتا جلتا تجربہ بیان کیا تھا۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس نے لکھا ہے کہ کرنل ڈگلس نے بتایا کہ مجھے احمد (حضرت مسیح موعودؑ۔ ناقل) کی شکل اس قدر اچھی طرح یاد ہے کہ مَیں نے ایک مرتبہ پنسل سے ان کے چہرے کے خدوخال کاغذ پر بنائے۔ پھر بعد میں ان کی اصل تصویر حاصل کر کے اسے ملایا تو وہ ایک جیسے تھے۔ جب کہ مجھے ہنری مارٹن کلارک کی شکل تک یاد نہیں۔

(بحوالہ تعارف نوٹ بابت ''کتاب البریہ'' روحانی خزائن جلد 13)

اس نمائش سے انہیں جماعت احمدیہ کی صداقت، وسعت، عالمگیریت اور حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کے ذریعہ اسلام کا دنیا کے کناروں تک پہنچنے والے الہام کی صداقت کا اندازہ ہوا۔

پھر ملاقات کا وقت آیا تو انہیں مسجد فضل لے جایا گیا۔ یہاں انہوں نے گھوم پھر کر اس مسجد کے ان مقامات کو دیکھا جہاں ان کے نانا کی تصاویر لی گئی تھیں۔ اس کے بعد ہم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات حاصل کرنے انتظار گاہ میں حاضر ہوئے۔

ملاقات کے لئے حضور کے دفتر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے حضور سے مصافحہ کیا۔ پھر حضور نے انہیں بیٹھ جانے کو کہا۔ کرنل ڈگلس بھی خوش نصیب تھا، ان کا نواسہ بھی خوش نصیب نکلا جسے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نصف گھنٹہ ملاقات کا وقت دیا۔ حضور انور ایدہ اللہ ان سے مختلف امور پر گفتگو فرماتے رہے۔ انہوں نے بھی اپنی زندگی کا ہر پہلو حضور انور کے سامنے رکھا۔ حضور انور نے ان سے بہت محبت کا سلوک فرمایا، اور وہ خود بھی حضور انور سے اس قدر محبت سے بات کرتے تھے کہ لگ رہا تھا کہ یہ کوئی نیا رشتہ نہیں جو استوار ہو رہا ہو، بلکہ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ رشتہ کوئی صدی بھر پرانا ہے۔ اور دیکھا جائے تو ہے بھی، کہ کرنل ڈگلس سے جماعت کا تعلق قائم ہوئے 115 سال بیت گئے۔ ملاقات کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے شکرگزار ہوتے رہے کہ حضور نے انہیں ملاقات کا موقعہ دیا۔

حضور انور نے دورانِ گفتگو ان سے دریافت فرمایا کہ انہیں اس مقدمہ کی تفصیلات سن کر کیسا محسوس ہوا ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ:

''مجھے اس بات پر خوشی بھی ہو رہی ہے اور فخر بھی ہو رہا ہے کہ میرے خاندان میں کسی فرد نے کوئی ایک نیک کام کیا ہے''۔

ملاقات کے اختتام پر انہوں نے حضور سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا، اور حضور سے دعا کی درخواست کی۔ پھر ان کی درخواست پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے تصویر کھینچنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

کرنل ڈگلس کے نواسے کا حضرت مسیح موعودؑ کے چہرۂ مبارک کو دیکھ کر غیر معمولی طور پر متاثر ہونا، آپؑ کے خلیفہ اور جانشین کی خدمت میں حاضر ہونا، عقیدت اور محبت کا اظہار کرنا، اس سب کا مشاہدہ ایک نہایت ایمان افروز تجربہ تھا۔

Col. Montagu William Douglas
کے نواسے Christopher Douglas-Pulleyne کی
امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات

(رپورٹ: آصف محمود باسط)

مورخہ 14 مارچ، 2012ء کو پیلاطوس ثانی جناب مونٹا گو ولیم ڈگلس کے نواسے محترم کرسٹوفر ڈگلس پولین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ اور جانشین سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

اس ملاقات کے احوال سے پہلے اس ایمان افروز عدالتی مقدمہ کا مختصر تذکرہ برمحل معلوم ہوتا ہے، جس میں کیپٹن ڈگلس نے مسیح پاکؑ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے حضرت مسیح پاکؑ کو باعزت بری قرار دے دیا۔

مقدمہ اقدام قتل کا اجمالی تذکرہ

1893ء میں ہونے والے معرکۃ الآراء مباحثہ ''جنگِ مقدس'' میں عیسائی پادریوں کو شکست ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے کاسر صلیب سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں اسلام کی فتح کا سورج طلوع ہو چکا تھا۔ مگر عیسائی پادری ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بات پر مصر تھے کہ فتح ان کی ہوئی۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر ڈپٹی عبداللہ آتھم کے عبرتناک انجام کی پیشگوئی کا اعلان فرما چکے تھے۔ یہ پیشگوئی بھی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو چکی تھی اور عبداللہ آتھم مخفی و عارضی رجوع الی اللہ اور پھر اس کے بعد شوخی و شرارت دونوں کے نتائج دیکھتا ہوا عبرت ناک انجام کو پہنچ چکا تھا۔ یہ دندان شکن شکست عیسائی پادریوں کے حلق میں کانٹا بن کر اٹکی ہوئی تھی۔ وہ کسی ایسے موقعہ کی تلاش میں تھے جس کے ذریعہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی جگ ہنسائی کا سامان کر سکیں تا ان کے اپنے دلوں میں جلنے والی حسد کی آگ کسی طور ٹھنڈی ہو سکے۔

جب کوئی ایسا موقعہ ہاتھ آتا نظر نہ آیا تو پادریوں نے ایک سازش تیار کی۔ انہوں نے عبدالحمید نامی ایک آوارہ مزاج اور فاطر العقل نوجوان کو اس بات پر تیار کیا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ پر یہ الزام لگائے کہ آپؑ نے اسے پادری ہنری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کے لئے امرتسر بھیجا تھا۔

اس مقدمہ کی سماعت بٹالہ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کیپٹن مونٹا گو ولیم ڈگلس کی عدالت میں ہوئی۔ کیپٹن ڈگلس نے عبدالحمید اور ہنری مارٹن کلارک سمیت فریقین کے بیانات سنے۔ یہاں یہ بات بھی بہت دلچسپ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف فریق میں عیسائی پادری ہی نہیں بلکہ اہلحدیث کے نمائندہ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی شامل تھا۔ انجام کار کیپٹن ڈگلس نے حضرت مسیح موعودؑ کے حق میں فیصلہ سناتے ہوئے آپؑ کو باعزت بری قرار دیا۔

یہ شمعِ رخِ انور

بعد میں کیپٹن ڈگلس نے بتایا کہ انہیں حضرت مسیح موعودؑ کا چہرہ دیکھتے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپؑ معصوم اور بے قصور ہیں۔ یہ بھی محسوس ہو گیا تھا کہ عبدالحمید اور ہنری مارٹن کلارک کی شہادتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس انصاف پسندی پر حضرت مسیح موعودؑ نے اسے پیلاطوس ثانی قرار دیا۔ اس مقدمہ کی تفصیلات حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف لطیف ''کتاب البریہ'' میں ملاحظہ ہو سکتی ہیں۔

کیپٹن ڈگلس ہندوستان میں سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد واپس انگلستان چلے آئے اور یہیں قیام پذیر رہے۔ لندن میں قیام کے زمانہ میں ان کا تعلق مسجد فضل لندن کے ساتھ قائم رہا اور مختلف مواقع پر مسجد فضل لندن تشریف بھی لاتے رہے۔

کرنل ڈگلس مسجد فضل لندن میں

جب حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ 1936ء میں انگریزی ترجمۃ القرآن کے سلسلہ میں لندن میں قیام پذیر تھے تو کیپٹن ڈگلس لندن مسجد تشریف لائے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اس مقدمہ میں بطور گواہ پیش ہوئے تھے۔ یوں اس ایمان افروز عدالتی مقدمہ کا منصف اور گواہ چالیس سال کے عرصہ کے بعد ایک ساتھ بیٹھے اور مقدمہ کی یادوں کو تازہ کیا۔

Col. Montagu William Douglas کے نواسے Christopher Douglas-Pulleyne
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

برطانیہ کے ایک معروف روزنامے The Daily Sketch نے اس ملاقات کا احوال مع تصاویر شائع کرتے ہوئے یہ سرخی لگائی:

جج کی گواہ سے چالیس سال بعد ملاقات

تفصیل میں لکھا کہ کرنل ڈگلس نے Daily Sketch کو بتایا کہ یہ مقدمہ مرزا غلام احمد (علیہ السلام) کے خلاف تھا، جنہیں کئی سال سے مخالفت کا سامنا تھا۔ ''میں اب تک چشم تصور سے مرزا غلام احمد (علیہ السلام) کو اپنے سامنے چرچ مشن سوسائٹی کے ایک پادری کے اقدام قتل کے الزام میں کھڑا دیکھ سکتا ہوں۔ عبدالحمید نامی گواہ نے یہ الزام عائد کیا تھا کہ احمد (علیہ السلام) نے اسے پادری کے قتل کے لئے ہدایت دی تھی۔ مگر اس نے کئی متضاد بیانات دیئے۔ میں فوراً اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ احمد (علیہ السلام) بے قصور ہیں اور انہیں بری کر دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ عبدالحمید کو من گھڑت کہانی سنانے پر مجبور کیا گیا تھا۔ یہ مقدمہ بہت مشہور ہوا اور احمد (علیہ السلام) کے ماننے والوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں نے عدل سے کام لیا، اور یہ جماعت مجھے انصاف پسند پیلاطوس کہتی ہے''۔

آگے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد (تب امام مسجد فضل لندن) کا بیان دیا گیا ہے جس میں انہوں نے جماعت کا مختصر تعارف کروایا اور اخبار کو بتایا کہ ''...... ہماری جماعت کرنل ڈگلس کا بہت احترام کرتی ہے۔''

(The Daily Sketch, April 13th,1936)

اس مقدمہ میں بریت سے حضرت اقدس علیہ السلام کی صداقت میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی اور یہ مقدمہ سعید فطرت لوگوں کے لئے رشد کا موجب ہوا، ہوتا رہا اور رہتی دنیا تک ہوتا رہے گا، انشاء اللہ۔

دوسری طرف عیسائی پادریوں کی خفت اور شرمندگی کا یہ عالم تھا کہ 1897ء کے چرچ مشنری انٹیلیجنسز میں ایک سطر کی خبر ملتی ہے جس میں لکھا ہے کہ ''مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام۔ ناقل) پر ہنری مارٹن کلارک کے قتل کی سازش کا مقدمہ بٹالہ میں سنا جائے گا''۔

اس ایک سطر کی خبر کے بعد اس سال کے بقیہ مہینوں میں تو کیا، اگلے دو برس کی رپورٹوں میں اس مقدمہ کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔ کیسی عبرتناک شکست ہے۔ جسے اب بھی شک ہو کہ آتھم کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، وہ غور کریں اور دیکھیں کہ آتھم اور اس کے ساتھی ایک بار نہیں کئی بار مرے۔

کرنل ڈگلس کی یادداشت مقدمہ سے متعلق

اس مقدمہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی معصومیت اور عیسائی پادریوں کے کذب کا ذکر کرنل ڈگلس نے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کے نام ایک خط میں بھی کیا۔ آپ نے جو لکھا اس کا اردو ترجمہ یوں ہے:

''یونائیٹڈ سروس کلب
پال مال، ایس ڈبلیو1
29 جولائی 1939ء
محترم امام صاحب

مرزا غلام احمد (علیہ السلام۔ ناقل) کے خلاف ہونے والے مقدمہ کی سماعت یا تو امرتسر میں ہونی تھی یا گورداسپور میں۔ اس مقدمہ کو گورداسپور میں منتقل کر دیا گیا اور اس کی سماعت میں نے 1897ء میں بٹالہ میں کی۔

شہادتیں جھوٹی تھیں، اور اس بنا پر مَیں نے مرزا غلام احمد (علیہ السلام۔ ناقل) کو بری قرار دے دیا۔

ایم ڈبلیو ڈگلس''

(ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ)

1939ء میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے کرنل ڈگلس کو مسجد میں مدعو کیا۔ اس واقعہ کی تفصیل حضرت مولانا صاحب نے ''کتاب البریہ'' کے تعارفی نوٹ میں بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ مسجد فضل لندن میں ایک بین المذاہب جلسہ کا انعقاد کیا گیا اور اس کی صدارت کے لئے جناب کرنل ڈگلس کو مدعو کیا گیا۔ اس جلسہ کی روداد ستمبر 1939ء کے ریویو آف ریلیجنز (اردو) میں شائع ہوئی۔

کرنل ڈگلس نے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ:

''احمدیت کا ایک مقصد اسلام کو موجودہ زمانہ کی زندگی کے مطابق پیش کرنا ہے، مَیں نے جب 1897ء میں بانئ جماعت کے خلاف مقدمہ کی سماعت کی تھی اس وقت جماعت کی تعداد چند سو سے زیادہ نہ تھی، لیکن آج دس لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ پچاس سال کے عرصہ میں یہ نہایت شاندار کامیابی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ موجودہ نسل کے نوجوان اس کی طرف زیادہ توجہ دیں گے اور آئندہ پچاس سال کے عرصہ میں جماعت کی تعداد بہت بڑھ جائے گی''۔

(بحوالہ ریویو آف ریلیجنز، اردو، ستمبر 1939ء)

کرنل ڈگلس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کی ترقی کا جو اندازہ پیدا کیا تھا، وہ اس کی توقع سے بھی بہت بڑھ کر نکلا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے مسیح پاکؑ سے وعدہ فرما چکا تھا کہ ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''۔ کرنل ڈگلس تو پچاس سال بعد کے حالات دیکھنے سے قبل وفات پا گئے، مگر اس واقعہ کے 73 سال کے بعد 14 مارچ 2012ء کو ان کے نواسے جناب Christopher Douglas-Pulleyne مسجد فضل میں تشریف لائے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا۔

کرنل ڈگلس کی اولاد کی تلاش

اس واقعہ سے کچھ ماہ قبل سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات اور رہنمائی میں کرنل ڈگلس کی اولاد پر تحقیق کا آغاز کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ڈگلس کا نہایت خوبصورت الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہے کہ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ حضورؑ فرماتے ہیں: ''جب تک دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کام کے لئے اسی کو چنا''۔ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 56)

تحقیق سے معلوم ہوا کہ کرنل مونٹا گو ولیم ڈگلس کا تعلق سکاٹ لینڈ کے مشہور فرماں روا خاندان Douglas سے تھا۔ ان کا شجرہ نسب Marquess of Queensbury سے چلنے والے Douglas Clan سے ملتا ہے۔ کرنل ڈگلس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں کے نام Arcibold Douglas اور Edward Douglas تھے، جبکہ بیٹی کا نام Helen Elizabeth Douglas تھا۔ بیٹی کی شادی Geoffery Bernard Pulleyne سے ہوئی۔ جب Helen نے شادی کے بعد اپنے خاندانی نام Douglas کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے ساتھ اپنے شوہر کے خاندانی نام Pulleyne کا اضافہ کیا تو اس کے شوہر نے بھی اخبار میں اعلان دے کر اپنے نام کے ساتھ اپنی بیوی کے خاندانی نام کا اضافہ کر لیا۔

یوں کرنل ڈگلس کی بیٹی کا نام Helen Elizabeth Douglas-Pulleyne ہو گیا اور اس کے شوہر کا نام Geoffery Bernard Douglas-Pulleyne ہو گیا۔

بہت سی تلاش کے بعد ان دونوں کے بیٹے Christopher Douglas-Pulleyne دریافت ہوئے اور ان سے رابطہ ہوا۔ پہلی مرتبہ فون پر بات ہوئی اور مَیں نے انہیں بتایا کہ مَیں ان سے ان کے نانا کرنل ڈگلس کے سلسلہ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ مجھے کسی اور وقت فون کرنا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ کوشش کی، مگر رابطہ نہ ہو سکا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی مگر جواب نہ

باقی صفحہ نمبر 12 پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرِ انتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 22 و 29 جولائی 2009ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی پاکیزہ سیرت کے حوالہ سے مضامین شامل اشاعت ہیں جو ماہنامہ ''خالد'' ربوہ کے سیدنا ناصرؒ نمبر سے ماخوذ ہیں۔

☆ محترمہ صاحبزادی امۃ الحلیم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تحریر فرماتی ہیں:

ابّا ہر قدم پر خدا کی رضا پر راضی رہتے تھے۔ ہر کام پر خدا پر توکّل کرتے تھے۔ اور زندگی کے ہر موڑ پر دعاؤں کا سہارا لیتے تھے۔ تمام زندگی اسی راستے پر چلے اور دوسروں کو بھی اس پر تلقین کی۔ یہ ایک مضبوط سہارا ہے جسے پکڑا اور تا دم آخر پکڑے رہے۔ یہ ایک ایسا کامل یقین اور ایمان تھا کہ کبھی کوئی گھبراہٹ، کوئی مایوسی یا خوف و ہراس طبیعت پر طاری نہ ہوا۔ بیماری کے آخری ایام میں فرمایا: کہ ''خدایا اگر یہ وقت آ گیا ہے تو میں تو تیری رضا پر پوری طرح راضی ہوں''۔

1953ء میں بظاہر دنیا کے لحاظ سے جماعت پر ایک کڑا وقت آیا اور دنیادار لوگ سمجھنے لگے کہ یہ مٹھی بھر جماعت مقابلہ نہ کر سکے گی اور (خدانہ کرے) ختم ہو جائے گی۔ ان دنوں ابّا کے پاس لاہور میں شیعہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ آئے اور کہنے لگے کہ میاں صاحب! آپ کے بعد ہماری باری آنے والی ہے۔ تو ابّا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: آپ فکر نہ کریں نہ ہمارا بعد آئے گا نہ آپ کی باری۔

☆ مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب لکھتے ہیں: کبھی بھی اپنی بڑائی بیان نہ کرتے۔ ہر بات پر عاجزی کا اظہار ہوتا۔ بریگیڈیئر وقیع الزماں صاحب نے بتایا کہ ان کو ایک کام کے سلسلہ میں کچھ پریشانی تھی۔ انہوں نے حضورؒ کی خدمت میں درخواستِ دعا کی۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ کے فضل سے وہ کام ہوگیا تو انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی دعا سے میرا کام ہوگیا۔ حضورؒ نے جواباً فرمایا تمام کام اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کر دیتا ہے۔

لندن میں ایک احمدی دوست نے آئندہ پیدا ہونے والے بچہ کا نام تجویز کرنے کی درخواست کی تو حضور نے لڑکے کا نام تجویز کر دیا جبکہ تمام لیڈی ڈاکٹر نے جدید آلات سے معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ ضرور لڑکی ہی پیدا ہوگی کیونکہ ہمارے آلات جھوٹ نہیں بتا سکتے۔ لیکن خدا کے فضل سے لڑکے کی پیدائش ہوئی۔ حضور نے یہ واقعہ اپنے ایک خطاب میں بیان کر کے فرمایا کہ: ''غیب کی بات بتانا یا کسی عاجز انسان کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو پورا کر دکھانا یہ اللہ کی قدرت کا کام ہے۔ انسان کا دخل تو ہے نہیں اس میں''۔

☆ حضور کے ایک بیٹے لکھتے ہیں: اپنے فرائض کی ادائیگی میں کبھی یہ بات سامنے نہ رکھی کہ دنیا یا دنیا والے مجھے کیا کہتے ہیں۔ ایک بار نظام جماعت کی طرف سے ایک شخص پر ایکشن کیا گیا تو میں نے اس سلسلہ میں حضور کو ایک خط لکھا۔ حضور کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ دوبارہ لکھا اور نادانی میں آخر میں یہ فقرہ لکھا کہ اس ایکشن کا لوگوں پر برا اثر پڑے گا اور وہ باتیں بنائیں گے۔ مجھے جواب آیا کہ ''جہاں تک لوگوں کا تعلق ہے میں کسی سے نہیں ڈرتا نہ پہلے کبھی ڈرا ہوں۔ میں صرف خدا سے ڈرتا ہوں۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں یا آنے والا مؤرخ میرے بارہ میں کیا لکھے گا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے خدا کے دربار میں جاؤں تو سرخرو ہوسکوں کہ جو میں نے اس دنیا میں کیا وہ دیانتداری کے ساتھ جماعتی مفاد میں کیا ہے''۔

ایک دفعہ جماعت کے انتہائی پُر آشوب دَور میں کسی نے کہا: حضور ہمیں یہ کرنا چاہیے، وہ کرنا چاہیے۔ فرمانے لگے: نہیں صرف دعا کرنی چاہیے، جس دن آپ نے اپنا انتقام خود لینے کی کوشش کی اس دن خدا نے آپ کی خاطر انتقام لینا چھوڑ دینا ہے۔ آپ بس دعا کریں اور دیکھیں کہ خدا کا انتقام کیسا ہوتا ہے۔

اپنی آخری بیماری میں ایک دن فرمانے لگے کہ میں نے ہمیشہ غم کو اپنی مسکراہٹوں میں چھپائے رکھا اور دیکھنے والے یہ سمجھتے رہے کہ مجھے کبھی کوئی تکلیف یا غم نہیں پہنچا لیکن اگر کوئی میرا دل چیر کر دیکھے تو اسے اندازہ ہوگا کہ میں نے کتنے غم اٹھائے ہیں اور ان غموں کا سلسلہ 73 سالوں پر محیط ہے لیکن خدا تعالیٰ نے جو اپنے انعامات بارش کے قطروں کی طرح مجھ پر نازل فرمائے ہیں ان کا سلسلہ بھی 73 سالوں پر پھیلا ہوا ہے اور یہ بھی وہی شخص دیکھ سکتا ہے جو میرا دل چیر کر دیکھے۔

کبھی مایوس نہیں ہوتے تھے۔ مایوسی کو گناہ سمجھتے تھے اور کبھی نہ مایوس ہونے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب ہماری امی کی طبیعت بہت بگڑ گئی اور وہ زندگی اور موت کی کشمکش سے گزر رہی تھیں تو آپ نے ڈاکٹروں کی طرف دیکھا اور شاید ڈاکٹروں کے چہروں پر مایوسی کی لہر کو محسوس کیا۔ فوراً انہیں مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے اور آخری سانس تک کوشش نہ کریں تو دہریہ ہوں گے۔ خدا کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوں۔ کبھی کوئی مایوسی کی بات کرتا تو آپ کو غصہ بہت چڑھتا، فرماتے دعاؤں اور کوششوں کو انتہا تک پہنچا دو۔ نتیجہ تو خدا کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی پر چھوڑ دو اور جو وہ کرے اس پر راضی ہو جاؤ۔

امّی کی وفات کے چند گھنٹے بعد آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو دیکھا کہ میں رو رہا ہوں۔ بڑے پیار سے قریب بلایا اور فرمایا: رونا نہیں، اس کی رضا پر راضی ہو جاؤ۔ تم اس وقت نہیں روئے جب تین سال کے تھے اور تمہارے سامنے مجھے گرفتار کر کے لے گئے تھے اور آج جب ہوش مند ہو، حوصلہ والی عمر میں ہو تو رو رہے ہو؟

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خطبہ جمعہ 28 جون 1974ء میں فرمایا: مجھے خدا تعالیٰ نے جس قدر کڑواہٹوں کو برداشت کرنے کی طاقت دی ہے کم ہی لوگوں کو ملی ہوگی۔ ان حالات میں ہر دُکھ جو کسی فرد یا خاندان کو پہنچا اس کا زخم میں اپنے سینے میں بھی محسوس کرتا ہوں۔ پس کئی ہزار پریشانیاں نیزے کی انّی کی طرح میرے سینے میں پیوست ہیں اور میرے جسم کو بھی عادت ہے۔ مجھے گرمی میں خون کی شکر کے نظام میں خرابی کی وجہ سے تکلیف ہو جاتی ہے اس کے لئے مَیں کبھی کبھی نیم کے پتوں کا جوشاندہ استعمال کرتا ہوں۔ ایک دفعہ مَیں وہی جوشاندہ پی رہا تھا کہ ہماری ایک عزیزہ اس وقت آ گئیں۔ وہ سمجھیں کہ پتہ نہیں مَیں کیا شربت پی رہا ہوں۔ تو مَیں نے ایک گھونٹ چھوڑ دیا۔ مَیں نے کہا پئیں گی؟ تو انہوں نے کہا لائیں پیتی ہوں تو جونہی نیم کا جوشاندہ منہ کو لگایا اور چہرے کی حالت بدلی اور اعصاب کھنچے تو وہ حالت دیکھنے والی تھی۔

ایک دفعہ ہمارے ایک زمیندار ساتھی تھے۔ ملیریا کے دن تھے۔ مَیں کونین کی گولی کھانے لگا۔ ہمارے زمیندار بھائی اگر جوش میں ہوں تو اپنے دعویٰ میں بڑے سخت بھی ہو جاتے ہیں۔ مَیں نے کہا کونین کھائی جائے۔ کہنے لگے: ہاں میاں صاحب کھائی جائے۔ مَیں نے کونین کی ایک گولی منہ میں ڈال کر دانتوں سے اچھی طرح چبائی اور پھر منہ کھول کر کہا کہ اس طرح کھائی جائے۔ وہ کہنے لگے ہاں جی اسی طرح کھائی جائے۔ مَیں نے گولی دیدی اور چونکہ انہوں نے کہا ہوا تھا اسی 'پچ' میں انہوں نے اسی طرح کونین کی گولی چبائی اور مجھے بڑی مشکل سے منہ کھول کر کہا اس طرح؟ اور منہ اور گردن کے سارے پٹھے اکڑ گئے اور اڑتالیس گھنٹے تک وہ ہنستے تھے اور دنیا سمجھتی تھی کہ یہ رو رہے ہیں۔

☆ محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ حضورؒ کے کردار کا ایک نمایاں وصف اطاعت امام میں فنا کا مقام تھا۔ 1947ء کے پُر آشوب زمانہ میں خلیفۂ وقت کی طرف سے حفاظت مرکز کا کام آپ کے سپرد ہوا تو آپؒ نے نہایت بہادری اور جواں مردی سے اپنی جان کو خطرات میں ڈال کر اسے سرانجام دیا۔ باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلمان اکثریت والے ضلعوں اور تحصیلوں کے نقشے پیش کرنے کا کام ملا تو آپ نے کالج کے پروفیسروں اور طلبہ کو رات دن اسی کام میں لگا دیا۔ خاکسار کالج کے طلبہ کی ٹیمیں لے کر قادیان سے لاہور سول سیکرٹریٹ میں آتا اور خواجہ عبدالرحیم صاحب جو چیف سیکرٹری یا کمشنر تھے اُن کی مدد سے ہم سیکرٹریٹ کے ریکارڈ سے قصبات و دیہات کی ہندو اور سکھ آبادی کو نوٹ کیا کرتے تھے اور پھر اس کے مطابق تھانہ وائز، تحصیل وائز اور ضلع وائز مسلم اکثریت رکھنے والے علاقوں کے نقشے تیار کرتے تھے۔

ہمارے کالج کے زمانۂ لاہور کے آخری ایام کا واقعہ ہے کہ گورنر نے اسلامیہ کالج کی ایک تقریب میں اعلان کیا کہ سابق DAV کالج کی عمارت ٹی آئی کالج سے واپس لے کر اسلامیہ کالج کو دیدی جائے گی کیونکہ اسلامیہ کالج کی ضرورت زیادہ اہم ہے۔ ٹی آئی کالج کے لئے کسی اور جگہ انتظام کیا جائے گا۔ خاکسار نے جب یہ خبر سنی تو سخت گھبراہٹ میں سائیکل پر فوراً جناب پرنسپل (حضورؒ) کو یہ خبر سنانے رتن باغ پہنچا اور حضور کو اندر سے بلا کر بھرائی ہوئی آواز میں یہ اندوہناک خبر سنائی۔ اس پر حضرت میاں صاحب مسکرا کر فرمانے لگے: صوفی صاحب! کالج کا پرنسپل مَیں ہوں یا آپ ہیں۔ اگر گھبرانے کی بات ہے تو گھبرانا تو مجھے چاہئے۔ پھر فرمایا: کیا آپ کو یقین ہے کہ ہمارے کالج کا لاہور میں ہی رہنا جماعت احمدیہ کے مفاد میں ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ کے علم میں جماعت کا مفاد اسی میں ہو کہ ہمارا کالج اب ربوہ چلا جائے۔ مت گھبرائیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جو ہمارے حق میں مفید ہوگا۔ اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ ابتلا کے دوران حضرت صاحب کس طرح اللہ تعالیٰ کی نصرت پر کامل یقین اور اس کے فیصلہ پر کامل طور پر راضی رہتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو کالج کو ربوہ منتقل کرنے کا ارشاد فرمایا تو اس ارشاد کے ملنے پر یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کی زندگی کا سب سے اہم کام یہی ہے۔ تن تنہا ربوہ تشریف لے آئے۔ گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ اور ناقابل برداشت لُو میں صبح سے شام تک ایک چھتری لے کر کھڑے رہتے اور کالج کی ابتدائی تعمیر کا کام اپنی آنکھوں کے سامنے کرواتے۔ لنگر خانہ سے معمولی دال اور روٹی آپ کو دوپہر کے وقت وہیں پہنچ جاتی جس کی آپ قیمت ادا کرتے۔ اپنے بھائیوں اور بہنوں کے گھروں میں کھانا کھانے نہیں جاتے تھے تا وقت ضائع نہ ہو۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے ایک لاکھ روپے کالج کی تعمیر کے لئے پچاس ہزار ہوسٹل کے لئے اور سولہ ہزار دیگر لواحقات کے لئے دیئے تھے اور فرمایا کہ بس اسی رقم میں اگر تم یہ تعمیر مکمل کروا سکتے ہو تو کرواؤ۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ پر توکّل کر کے اس کام کی حامی بھر لی اور کام شروع کر دیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ روپیہ کہاں سے آتا گیا اور کس طرح آتا گیا۔ اللہ تعالیٰ خود ہی سامان پیدا کرتا چلا گیا اور قلیل ہی عرصہ میں کئی لاکھ کی عمارت تیار ہوگئی۔

1954ء میں کالج لاہور سے ربوہ منتقل ہوگیا۔ یہ کام حضور کی اولوالعزمی کی ایک یادگار ہے۔ اس زمانہ میں ایک لطیفہ بھی ہوا۔ حضورؒ نے چلچلاتی ہوئی دھوپ سے بچنے کے لئے تعمیراتی فنڈ سے ہی صرف اڑھائی روپے کی ایک چھتری بھی خریدی تھی کیونکہ اسی کام کے لئے ہی اسے خریدا گیا تھا۔ اس زمانہ کے آڈیٹر ایک بہت ہی سخت بزرگ ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے چھتری کو تعمیراتی سامان ماننے سے انکار کر دیا۔ پرنسپل صاحب کا اصرار تھا کہ اس چھتری کی مدد سے جو نگرانی کا کام کیا گیا ہے وہ ہزار ہا روپیہ کسی دوسرے کو دے کر بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ طرفین اپنی اپنی بات پر سختی سے قائم تھے۔ یہاں تک کہ صدر انجمن نے اپنے ریزولیوشن سے اس چھتری کو تعمیراتی سامان میں شامل کرنا منظور کر لیا اور اس طرح آڈیٹر صاحب کو خاموشی اختیار کرنا پڑی۔ اب یہ بات ایک اصول کی تھی ورنہ اڑھائی روپے کی کیا بات تھی۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 22 مئی 2009ء میں شامل اشاعت مکرم ثاقب زیروی صاحب کے کلام میں سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

قلبِ گداز و ذہنِ رسا تیرے ساتھ ہے
تائیدِ ایزدی کی ضیا تیرے ساتھ ہے
تجھ پر نثار کیفِ نگاہ و سرورِ دل
محبوبِ دو جہاں کی دعا تیرے ساتھ ہے
سینہ ترا امین ہے قرآں کے نُور کا
روحانیت کا آبِ بقا تیرے ساتھ ہے
اہلِ فرنگ دیکھ کے تجھ کو پکاریں گے
تُو ہے خدا کے ساتھ خدا تیرے ساتھ ہے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

18th May 2012 – 24th May 2012

Please note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday 18th May 2012

00:00	MTA World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Yassarnal Qur'an
01:15	Huzoor's Tours: tour of Benin
02:45	Japanese Service
03:10	Tarjamatul Qur'an class: rec. on 7th December 1995
04:25	Aaina
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 13th November 1996
06:05	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25	Yassarnal Qur'an
07:00	Huzoor's Tours: tour of Benin
07:55	Siraiki Service
08:35	Rah-e-Huda: rec. on 12th May 2012
10:05	Indonesian Service
11:05	Fiq'ahi Masa'il
12:00	Live Friday Sermon: delivered by Huzoor
13:15	Seerat-un-Nabi (saw)
13:50	Tilawat
14:05	Yassarnal Qur'an [R]
14:30	Bengali Service
15:35	Roohani Khazaa'in Quiz
16:00	Muslim Scientists
16:20	Friday Sermon [R]
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	MTA World News
18:20	Huzoor's Tours [R]
19:30	Beacon of Truth
20:25	Fiq'ahi Masa'il [R]
21:00	Friday Sermon [R]
22:15	Rah-e-Huda [R]

Saturday 19th May 2012

00:00	MTA World News
00:30	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Yassarnal Qur'an
01:10	Huzoor's Tours: tour of Benin
02:15	Friday Sermon: rec. on 18th May 2012
03:25	Rah-e-Huda: rec. on 12th May 2012
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 14th November 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:40	Al-Tarteel
07:05	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: address delivered by Huzoor on 27th September 2009
08:00	International Jama'at News
08:35	Story Time: Islamic stories for children
08:50	Question and Answer Session: recorded on 25th July 1997
09:55	Indonesian Service
10:55	Friday Sermon [R]
12:10	Tilawat
12:20	Story Time [R]
12:40	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:10	Bengali Service
15:15	Hamara Aaqa
16:00	Live Rah-e-Huda
17:35	Al-Tarteel [R]
18:00	MTA World News
18:20	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema [R]
19:20	Faith Matters
20:25	International Jama'at News
21:00	Rah-e-Huda [R]
22:30	Story Time [R]
22:45	Friday Sermon [R]

Sunday 20th May 2012

00:00	MTA World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
01:00	Al-Tarteel
01:30	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: address delivered by Huzoor on 27th September 2009
02:25	Story Time
02:50	Friday Sermon: rec. on 18th May 2012
04:05	Hamara Aaqa
04:50	Liqa Ma'al Arab: rec. on 19th November 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an
06:55	Gulshan-e-Waqfe Nau class
08:00	Faith Matters
09:10	Question and Answer Session: recorded on 14th January 1996. Part 1
10:00	Indonesian Service
11:00	Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon, delivered on 12th August 2011
12:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:25	Yassarnal Qur'an
13:00	Friday Sermon [R]
14:05	Bengali Service
15:10	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor
16:15	Roohani Khazaa'in Quiz
16:45	Muslim Scientist
17:00	Kids Time
17:30	Yassarnal Qur'an
18:00	MTA World News
18:25	Gulshan-e-Waqfe Nau class [R]
19:30	Real Talk
20:40	Food for Thought
21:15	Life of Khalifatul Masih IV (ra)
22:15	Friday Sermon [R]
23:25	Question and Answer Session [R]

Monday 21st May 2012

00:00	MTA World News
00:15	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45	Yassarnal Qur'an
01:10	Gulshan-e-Waqfe Nau class
02:20	Food for Thought
02:50	Friday Sermon: rec. on 18th May 2012
03:55	Real Talk
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 20th November 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel
07:00	Huzoor's Tours: tour of Benin
08:00	International Jama'at News
08:30	MTA Variety
09:00	Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat. Recorded on 9th March 1998
10:00	Indonesian Service: Indonesian translation of Friday sermon delivered on 2nd March 2012
11:00	Peace Symposium: held in Qadian
12:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:35	Al-Tarteel
13:00	Friday Sermon: rec. on 4th August 2006
14:00	Bengali Service
15:05	Peace Symposium [R]
16:10	Rah-e-Huda: rec. on 19th May 2012
17:40	Al-Tarteel
18:00	MTA World News
18:20	Huzoor's Tour [R]
19:05	MTA Variety [R]
19:40	MTA Variety: a weekend with the army
20:30	Rah-e-Huda [R]
22:00	Friday Sermon [R]
23:00	Jalsa Salana Speeches [R]

Tuesday 22nd May April 2012

00:00	MTA World News
00:15	Tilawat
00:30	Insight: recent news in the field of science
00:40	Al-Tarteel
01:10	Huzoor's Tour: tour of Benin
02:05	Kids Time
02:40	Friday Sermon: rec. on 4th August 2006
03:40	Peace Symposium: held in Qadian
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 21st November 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an
07:00	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: address delivered by Huzoor on 27th September 2009
08:00	Insight: recent news in the field of science
08:30	Land of the Long White Cloud
09:00	Question and Answer Session: recorded on 14th January 1996. Part 1
10:00	Indonesian Service
11:00	Sindhi Service: Sindhi translation of Friday sermon, delivered on 27th May 2011
12:10	Tilawat
12:25	Insight: recent news in the field of science
12:35	Yassarnal Qur'an
13:00	Real Talk
14:00	Bengali Service
15:00	Mosha'irah
15:50	Guftugu: discussion on historic Ahmadi events
16:20	Seerat-un-Nabi (saw) [R]
16:50	Le Francais C'est Facile
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	MTA World News
18:20	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema [R]
19:30	Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 18th May 2012
20:30	Insight: recent news in the field of science
21:00	Guftugu [R]
21:30	Land of the Long White Cloud [R]
22:15	Seerat-un-Nabi (saw) [R]
23:00	Question and Answer Session [R]

Wednesday 23rd May 2012

00:00	MTA World News
00:15	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Yassarnal Qur'an
01:20	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: address delivered by Huzoor on 27th September 2009
02:20	Le Francais C'est Facile
03:00	Land of the Long White Cloud
03:30	Guftugu
04:10	Seerat-un-Nabi (saw) [R]
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 5th December 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel
07:00	Lajna Imaillah UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor on 4th October 2009
08:00	Real Talk
09:05	Question and Answer Session: recorded on 25th July 1997
09:55	Indonesian Service
10:55	Swahili Service
12:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:15	Al-Tarteel
12:50	Friday Sermon: rec. on 18th August 2006
13:45	Bengali Service
14:50	Fiq'ahi Masa'il
15:20	Kids Time
15:50	MTA Variety
17:20	Al-Tarteel
17:55	MTA World News
18:15	Lajna Imaillah UK Ijtema [R]
19:20	Real Talk [R]
20:25	Fiq'ahi Masa'il [R]
21:05	Al-Tarteel [R]
22:10	Friday Sermon [R]
23:00	Intikhab-e-Sukhan: rec. on 19th May 2012

Thursday 24th May 2012

00:05	MTA World News
00:25	Tilawat
00:35	Al-Tarteel
01:10	Lajna Imaillah UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor on 4th October 2009
02:10	Fiq'ahi Masa'il
02:40	MTA Variety
03:45	Faith Matters
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 10th December 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an
06:55	Huzoor's Tours: tour of Benin
08:05	Beacon of Truth
09:00	Tarjamatul Qur'an class: rec. on 13th December 1995
10:00	Indonesian Service
11:05	Pushto Service
11:50	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:20	Yassarnal Qur'an
13:00	Beacon of Truth [R]
14:00	Bengali Service: Bengali translation of Friday sermon delivered on 18th May 2012
14:50	Aaina
15:20	Intikhan-e-Sukhan: rec. on 12th May 2012
16:25	Tarjamatul Qur'an class [R]
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	MTA World News
18:15	Huzoor's Tours [R]
19:35	Faith Matters
20:35	Qur'an Sab Se Acha
21:05	Tarjamatul Qur'an class [R]
22:15	Aaina [R]
23:00	Beacon of Truth [R]

***Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).**

Translations for Huzoor's programmes are available.

Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 19 Friday 11 May, 2012 Issue No. 19

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں
احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{ماہ فروری 2012ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات}

(طارق حیات۔مربی سلسلہ احمدیہ)

(قسط نمبر3)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’شقی......میں مخالفت کا جوش شعلے مار رہا ہے جب کہیں ہمارا نام بھی اُن کے سامنے آجاتا ہے تو سانپ کی طرح بل پیچ کھاتے اور بیخود ہو کر مجنونوں کی طرح گالی گلوچ تک آجاتے ہیں۔ورنہ بھلا دنیا میں ہزاروں فقیر، لنگوٹی پوش، بھنگی، چرسی، کنجر، بدمعاش، بدعتی وغیرہ پھرتے ہیں مگر ان کے لیے کسی کو جوش نہیں آتا اور کسی کے کان پر جُوں نہیں چلتی۔وہ چاہے بد مذہبیاں اور بے دینیاں کریں پھر بھی ان سے مست ہی ہو رہے ہیں۔اس کی وجہ بھی صرف یہی ہے کہ وہ چونکہ روحانیت سے خالی ہیں اس واسطے ان کے واسطے کسی کوشش نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 245-246، ایڈیشن 2003ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں:

’’ایک روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھے تھے تو خباب بن الارتؓ اور بعض دوسرے صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ’’یارسول اللہ! مسلمانوں کو قریش کے ہاتھ سے اتنی تکالیف پہنچ رہی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے؟‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپؐ نے فرمایا کہ:

’’دیکھو تم سے پہلے وہ لوگ گزرے ہیں جن کا گوشت لوہے کے کانٹوں سے نوچ نوچ کر ہڈیوں تک صاف کردیا گیا مگر وہ اپنے دین سے متزلزل نہیں ہوئے اور وہ لوگ گزرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلا کر ان کو دو ٹکڑے کردیا گیا مگر ان کے قدموں میں لغزش نہیں آئی۔ دیکھو خدا اس کام کو ضرور پورا کرے گا...........مگر تم تو جلدی کرتے ہو۔‘‘(سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ:144۔145)

ذیل میں نظارت امور عامہ پاکستان سے موصولہ Persecution Report بابت ماہ فروری 2012ء سے ماخوذ چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ دنیا کے کونے کونے میں آباد احمدیوں کو اپنے مقدس امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک پر اپنے مظلوم بہن بھائیوں کیلئے بکثرت دعائیں کرنے کی توفیق بخشے اور خدائی وعدے کے دن جلد تر ظاہر ہوں۔آمین۔

پنجاب،فیصل آباد میں قاتلانہ حملہ

فیصل آباد: 20رفروری کو دن دس بجے امیر صاحب ضلع فیصل آباد کے گھر پر دہشتگردوں نے قاتلانہ حملہ کیا جس میں حفاظتی ڈیوٹی پر مامور دو احمدی نوجوان شدید زخمی ہوگئے۔

مخالفین احمدیت کی وجہ سے فیصل آباد ضلع اور شہر ایک مدت سے احمدیوں کے لئے مشکل ترین علاقہ بنا ہوا ہے۔مسلسل ملنے والی دھمکیوں اور حقیقی خطرات کے پیش نظر مکرم تنویر احمد صاحب اور مکرم عتیق ارشد صاحب کی ڈیوٹی تھی کہ امیر صاحب ضلع فیصل آباد کے گھر کی نگرانی رکھیں اور دفتر آنے جانے میں ان کے ساتھ موجود رہیں۔

انتظامیہ کی طرف سے مسلسل ایسی اطلاعات مل رہی تھیں کہ دہشتگرد تخریب کاری کی تیاری کئے ہوئے ہیں۔ دن دہاڑے ہونے والے اس حملہ کے وقت مذکورہ بالا دونوں نوجوان مکرم امیر صاحب ضلع کی رہائشگاہ میں موجود تھے۔انہوں نے دیکھا کہ دو مشکوک موٹر سائیکل سوار گھر کی ریکی کر رہے ہیں جس پر یہ مرکزی دروازہ سے باہر نکلے اور ان تخریب کاروں کو رکنے کا کہا۔مگر وہ سفاک تو پہلے سے ہی تیار ہو کر آئے تھے بجائے رکنے کے انہوں نے خدام پر فائر کھول دیا اور موقع سے حسب معمول باآسانی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

مکرم تنویر احمد صاحب کو معدے میں دائیں طرف سے ایک گولی لگی جبکہ مکرم عتیق ارشد صاحب کو سینے میں دائیں طرف گولی لگی۔دونوں کو فوری طور پر سول ہسپتال منتقل کردیا گیا۔

لاہور اور فیصل آباد میں انتظامیہ احمدیوں کو درپیش خطرات سے بخوبی آگاہ ہیں کیونکہ یہاں پمفلٹ شائع کرکے اور خطوط لکھ کر احمدیوں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں اور لاقانونیت کی انتہا ہے کہ یہ دہشتگرد بالکل بے خطر ہو کر اپنا مکمل پتہ تک چھاپتے ہیں۔

پمفلٹ: شعبہ نشر اشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شفاعت محمدی۔آل پاکستان سٹوڈنٹ ختم نبوت فیڈریشن۔

فون:0321-7611895،0321-8823953

Ameer@khatm-e-nabuwwat.com

خط: امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔22 کوآپریٹو بینک بلڈنگ اندرون، سرکیولر روڈ فیصل آباد فون:2633522۔

اب عالمی برادری پاکستان سے جو اس کا رکن ملک ہے اور پاکستان کے مہذب شہری صوبائی اور شہری حکومت سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کیوں اب تک احمدیوں کو جو پاکستان کے ذمہ دار اور مہذب شہری ہیں، ان کو کھلم کھلا دھمکیاں دینے اور حملے کرنے والوں کے خلاف قرار واقعی کارروائی نہیں کی جاسکی ہے؟ کس نے ان حکام کے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں؟

مکرم امیر صاحب ضلع کی رہائشگاہ پر حملہ آور تو ان احمدی نوجوانوں کو سینے میں گولیاں داغ کر چلتے بنے، مکرم عتیق ارشد صاحب کو ہسپتال میں سینے میں ایک نالی لگا کر زخم کو مندمل کرنے کی کوششیں ہوتی رہیں اور بہت زیادہ خون ضائع ہوجانے کی وجہ سے خون کی فراہمی کرنی پڑی۔مکرم ارشد صاحب کا بھی آپریشن کرنا پڑا۔مکرم عتیق صاحب کا دایاں پھیپھڑا گولی سے لگنے سے شدید مجروح ہوگیا تھا ڈاکٹروں نے سینے میں نالی لگا کر علاج کرنا شروع کردیا ہے۔ڈاکٹری معائنہ کے بعد پتہ چلا ہے کہ مکرم تنویر صاحب کو اندرونی طور پر شدید زخم آئے ہیں۔تین گھنٹے کے کامیاب آپریشن کے بعد آپ کے جسم سے گولی تو نکال لی گئی ہے۔ڈاکٹروں نے آپریشن اور گولی سے جسم کے اندرونی متاثرہ حصوں کو ٹانکے لگا کر سی تو دیا ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ہی زخم کے اندمال کی امید کی جاسکتی ہے۔

صاف نظر آرہا ہے کہ پنجاب کی انتظامیہ اور برسر اقتدار ٹولے نے صوبہ بھر میں احمدیوں کو مناسب سیکیورٹی فراہم کرنے سے جہاں مکمل فراغت حاصل کرلی ہے وہاں دشمنان احمدیت کو کھلے بندوں دن دہاڑے حملے کرنے کا لائسنس بھی تھما دیا ہے۔

یہ فیصل آباد ہی ہے جہاں حال ہی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولویوں نے احمدیوں کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ ایک پمفلٹ پر شائع کرکے ہر طرف تقسیم کیا ہے اور ساتھ ہی ان شرپسندوں نے اس شہر کے تقریباً پچاس سرکردہ احمدیوں کے نام بمع پتہ بھی شائع کردیئے ہیں تاکہ کسی شریر کو شرارت میں چنداں مشکل پیش نہ آئے۔

اسی شہر میں مذکورہ تنظیم کے سربراہ کی طرف سے اس کے مکمل نام پتہ کے ساتھ ذاتی لیٹر پیڈ پر احمدیوں کو قتل کی کھلم کھلا دھمکیاں اس پیغام کے ساتھ شائع ہوچکی ہیں:

’’تمہیں کھلی اجازت ہے کہ یہ خط کسی بھی ایجنسی یا پولیس انتظامیہ کو دکھا لو۔اور اپنی حفاظت کے لئے جو کر سکتے ہو کرلو۔لیکن تمہارے پاس رجوع کرنے کے علاوہ کوئی بھی راہ نجات نہیں ہے۔‘‘

یوں لگتا ہے کہ فیصل آباد اور لاہور میں متعین پنجاب کی پولیس اور سول انتظامیہ نے اس مذکورہ بالا پمفلٹ اور خط کی نقول کسی آئندہ آنے والے مورخ کے لئے بحفاظت سنبھال رکھی ہیں۔اگر ان شرپسندوں کے خلاف کارروائی کرنی ہوتی تو ضرور اب تک شروع ہوچکی ہوتی۔

(باقی آئندہ)

❁❁❁❁❁❁

بقیہ:متی کی انجیل پر ایک نظر از صفحہ نمبر 4

نمبر1 سے ماخوذ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

’’جب اسرائیل ابھی بچہ ہی تھا میں نے اس سے محبت رکھی اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا۔‘‘(ہوسیع باب 11 آیت 1)

اب دیکھئے متی کے انجیل نویس کی دیانتداری کہ ہوسیع نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کی مصر سے ہجرت کے واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ خدا نے اپنے بیٹے اسرائیل کو مصر سے بلایا۔**نہ یہ کوئی پیشگوئی ہے اور نہ ہی اس کا آنے والے مسیح سے یا یسوع سے تعلق ہے۔** حیرت ہے کہ متی کے لکھنے والے نے کس دیدہ دلیری سے حقیقت سے دُور ایک ماضی کے واقعہ کے ذکر کو پیشگوئی بنا لیا ہے۔اور پھر اس کو یسوع پر چسپاں کیا ہے۔کوئی بعید نہیں (واللہ اعلم) کہ مصر سے واپس آنے کا سارا واقعہ اس مزعومہ پیشگوئی کو یسوع پر چسپاں کرنے کے لئے بنایا گیا ہو۔کیونکہ مصر جانے اور واپس آنے کا کہیں بھی ذکر دوسری اناجیل میں نہیں اور لوقا کی انجیل میں واضح ذکر ہے کہ وہ پیدائش کے بعد یروشلم ہوتے ہوئے واپس ناصرہ آگئے۔

ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے کہ جو اس قسم کی دیدہ دلیری کے مرتکب ہوتے ہیں اور پھر ان کی کتاب کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے۔**پادری ڈم میلو صاحب جو کٹر عیسائی ہیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ ہوسیع کے یہ الفاظ پیشگوئی نہیں ہیں،** لکھتے ہیں:۔

It is impossible that the flight in to Egypt was invented to fulfill this prophecy, which in Hosea is simply an historical allusion to the deliverance of Israel from Egypt.

❁......اس باب میں متی کے انجیل نویس نے ایک اور مزعومہ پیشگوئی یسوع کی پیدائش کے واقعات کے سلسلہ میں بیان کی ہے جو نہ تو کوئی پیشگوئی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی تعلق ان واقعات سے ہے۔متی باب 2 آیات 16 تا 18 میں لکھا ہے:

’’جب ہیرودیس نے دیکھا کہ مجوسیوں نے میرے ساتھ ہنسی کی تو نہایت غصہ ہوا اور آدمی بھیج کر بیت لحم اور اس کی سب سرحدوں کے اندر کے ان سب لڑکوں کو قتل کروا دیا جو دو دو برس کے یا اس سے چھوٹے تھے اس وقت کے حساب سے جو اس نے مجوسیوں سے تحقیق کی تھی۔اس وقت وہ بات پوری ہوئی جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہی گئی تھی کہ رامہ میں آواز سنائی دی۔رونا اور بڑا ماتم، راخل اپنے بچوں کو رو رہی ہے۔اور تسلّی قبول نہیں کرتی اس لئے کہ وہ نہیں ہیں۔

(متی باب 2 آیت 16 تا18)

یرمیاہ کی عبارت یرمیاہ باب 31 آیت 15 سے ماخوذ ہے۔اس عبارت میں قطعاً کوئی پیشگوئی بیان نہیں بلکہ شاعرانہ رنگ میں اس ماتم کا ذکر ہے جو نبوکدنضر شاہ بابل کے حملہ کے وقت بنی اسرائیل کو قیدی بنا کر یروشلم سے عراق لے جانے کا ذکر ہے۔مگر پھر اس کو بغیر کسی دلیل کے آئندہ کی پیشگوئی بھی قرار دیتے ہیں لکھتے ہیں:

Rachal was buried at Ramih and when Jerusalem was captured by Nebuchadnezzar, Crains of Jewish captives were led by her tomb on there way to email. Jermiah poetically represents Rachal as coming out of her tomb and weeping piteously over her dead and exiled descendents and St. Matthew applies the prophecy to the circumstances of the slaughter of the innocents.

گویا پادری صاحب مانتے ہیں کہ یرمیاہ نے ایک اپنے زمانہ کے واقعہ کو بیان کیا ہے جو نہ پیشگوئی ہے نہ اس میں کوئی آئندہ زمانہ کی پیش خبری ہے مگر پادری صاحب ساتھ ہی اس کو یسوع کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اس کو پیشگوئی قرار دیتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

❁❁❁❁❁❁